افاداتِ عالیہ

قیومِ زمان مجددِ ملت

حضرت اخوندزادہ سیف الرحمن صاحب دامت برکاتہم

پیر ارچی و خراسانی

افاضات عالیہ

قیوم زمان مجدد ملت

حضرت اخندزادہ سیف الرحمن دامت برکاتہم

پیرارچی وخراسانی

مرتب

پروفیسر مشتاق احمد حنفی سیفی

ناشر

دارالعلوم جامعہ سیفیہ

باڑہ۔پشاور

نام کتاب ———— هداية السالكين

از افاداتِ عالیہ ———— مجدد مأۃ حاضرہ حضرت پیر طریقت
اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک دامت برکاتہم العالیہ

مرتب و تلخیص کنندہ ———— پروفیسر مشتاق احمد حنفی سیفی (رینالہ خورد)

پروف ریڈنگ ———— علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

طباعت ———— غلام مرتضیٰ مجددی سیفی

تاریخ اشاعت ———— یکم اکتوبر ۱۹۹۹

اشاعت ———— بار چہارم

تعداد ———— گیارہ سو

واحد تقسیم کار ———— مکتبہ محمدیہ سیفیہ، مرکز الاویس دربار مارکیٹ گنج بخش ا

ہدیہ ————

کاتب ———— فضل الٰہی کیلانی

ملنے کے پتے

جامعہ سیفیہ منڈیکس، علاقہ مجبوری خیبر ایجنسی نزد پرانا باڑہ پشاور

شیخ طریقت حضرت میاں محمد حنفی سیفی مبارک آستانہ عالیہ سیفیہ محمدیہ حسین ٹاؤن راوی ریان نزد کالا شاہ کاکو لا

پیر طریقت گلزار احمد حنفی سیفی آستانہ عالیہ سیفیہ بابا فرید کالونی کچا جیل روڈ چونگی امر سدھو سنٹرل جیل روڈ لاہور۔

پیر طریقت مفتی احمد الدین توگیروی سیفی ادارہ سیفیہ جامعہ مسجد تالاب والی باغبانپورہ لاہور۔

جامعہ سیفیہ رحمانیہ للبنات الاسلام۔ بادشاہی روڈ ادھووال کلاں، گجرات۔

دارالاخلاص مرکز تحقیق اسلامی۔ ۴۹۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

پیر طریقت محمد منشا حنفی سیفی مبارک آستانہ عالیہ سیفیہ خان پور 18 کلومیٹر ملتان روڈ لاہور

پیر طریقت خلیفہ جان محمد جامعہ سیفیہ مرشد آباد سریاب روڈ کوئٹہ

ناشر

السیف الصارم پبلشرز

دارالعلوم جامعہ جیلانیہ نادر آباد نزد بیدیاں روڈ لاہور کینٹ۔ فون: ۹-۵۷۲۱۶

محمدیہ سیفیہ پبلشرز

مکتبہ محمدیہ سیفیہ مرکز الاویس - دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ - لاہور

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسانی نظریات کے جس دور سے ہم گزر رہے ہیں وہ پُرفتن ہونے کے ساتھ ساتھ حوصلہ شکن بھی ہے۔ عاقبت نا اندیشی کا اندھیرا چھا گیا ہے اور بے راہ روی کے بھنور میں ہم اس قدر گرفتار ہو چکے ہیں کہ صراط مستقیم کو گم کر بیٹھے ہیں۔ کم علم اور ناسمجھ لوگ عقل و شعور کے دروازے پر دستک دینے کی بجائے اغیار کی سازشوں اور کارستانیوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور ان کو خوش کرنے میں اس قدر منہمک ہیں کہ ان کے دلوں سے احساس زیاں بھی جاتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم ہے کہ وہ ہر گمراہ کن دور میں بھی ایسے روشن ضمیر اور دردِ دل رکھنے والے افراد پیدا فرما دیتا ہے جو ظلمت کی گہرائیوں میں مستغرق امت مسلمہ کو نکالنا چاہتے ہیں اور راہ ہدایت کی روشنیوں سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی باصفا لوگوں میں حضرت مجدد ملت اخندزادہ سیف الرحمٰن مبارک صاحب پیرارچی مدظلہٗ کا نام سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے جن کی ذات نیلگوں آکاش پر ایک درخشندہ کوکب کی مانند ضوفشاں ہے۔

قبلہ حضرت مبارک صاحب مدظلہٗ نے کتاب ہذا میں طریقت و حقیقت کے گوہر بے بہا لٹائے ہیں اور تصوف کی باریکیوں کو بڑے جامع انداز میں سمیٹا ہے۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔ اب تک اس کتاب کے تین ایڈیشن آ چکے ہیں جو ہاتھوں ہاتھ نکل گئے اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس کتاب نے ارباب علم و فکر اور شائقین شریعت و طریقت کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور ان کی ذہنی و قلبی تسکین کا باعث ہے۔ الحمد للہ اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یقیناً آپ کو اس میں علم و حکمت کی حلاوت محسوس ہوگی۔

اس کتاب کی تخریج کرنا بڑا دقت طلب کام تھا۔ محترمی الحاج پروفیسر مشتاق احمد حنفی سیفی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی جانفشانی سے کام کیا اور اس کٹھن مرحلے سے عہدہ برآ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ والد بزرگوار پیر و مرشد حضرت علامہ مفتی شیخ التفسیر پیر محمد عابد حسین سیفی کی شبانہ روز کاوش، سرپرستی، نگرانی اور رہنمائی سے ہی ہم اس قابل ہوئے کہ یہ گوہر تابدار آپکی خدمت میں پیش کر سکے۔

میں اپنے ان تمام احباب کو ہدیۂ سپاس پیش کرتا ہوں جنہوں نے مالی معاونت فرمائی۔ خصوصاً استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اخندزادہ محمد حمید حنفی سیفی، پیر طریقت الحاج میاں محمد سیفی صاحب، پیر طریقت صوفی گلزار احمد سیفی صاحب، پیر طریقت الحاج علامہ مفتی احمد دین توگیروی سیفی صاحب، چوہدری شوکت علی صاحب، عظیم روحانی مبلغہ تسنیم کوثر ہاشمی صاحبہ اور محترمہ عذرا شمیم سیفی صاحبہ گجرات۔ خداوند قدوس ان تمام کو اجر عظیم عطا کرے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے نیک مقاصد میں کامیاب کرے۔ آمین۔

صاحبزادہ حافظ عرفان اللہ حنفی سیفی
دار العلوم جامعہ جیلانیہ
نادر آباد عقب بیدیاں روڈ لاہور کینٹ۔ فون ۵۷۲۱۶۰۹

ترتیب عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	متابعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات درجے	۸۶
۱۹	اولیائے کرام ہر زمانہ میں ہوتے ہیں	۹۹
۲۰	علم باطن اور علم تصوف کا حاصل کرنا	۱۱۰
۲۱	وارث کامل کی تعریف	۱۲۲
۲۲	علمائے راسخین کا مقام	۱۲۵
۲۳	کامل پیر اور ناقص پیر کی علامات	۱۲۶
۲۴	مسئلہ تعدد پیر کی وضاحت	۱۲۸
۲۵	استاد علم ظاہر اور استاد علم باطن کے مراتب	۱۴۱
۲۶	لطائف کے بارے میں علمی تحقیق	۱۴۴
۲۷	مردہ دلوں کو زندہ کرنا نفلی عبادت سے بہتر ہے	۱۵۶
۲۸	وجد کی تعریف، اقسام اور ثبوت	۱۵۸
۲۹	دوران نماز اور اس کے علاوہ وجد کے دلائل۔	۱۶۶
۳۰	اسبال فی الازار (کپڑوں کا تکبر سے لٹکانا)	۱۷۷
۳۱	عمامہ کے متعلق بحث اور ثبوت	۱۸۰
۳۲	غیبت کی تعریف اور اقسام	۱۸۵

پیش لفظ

قیوم زمان، مجدد ملت حضرت اخند زادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی دامت برکاتہم کے افاضات عالیہ سے مزین یہ کتاب موسوم بہ "ہدایت السالکین فی رد المنکرین" چند سال پیشتر معرض شہود میں آئی تھی اور دوبارہ اشاعت پذیر ہوئی جسے سیفی مریدین نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

اس کتاب کی افادیت اور قبولیت کے پیش نظر مرشدی شیخ التفسیر علامہ مفتی پیر طریقت محمد عابد حسین سیفی دامت برکاتہ العالیہ نے اس حقیر فقیر کو حکم صادر فرمایا کہ اس کتاب کو ذرا مختصر کیا جائے۔ تاکہ مریدین کے علاوہ وہ تمام افراد جو شریعت و طریقت سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں ۔ اس کتاب سے کماحقہ مستفیض و مستفید ہو سکیں نیز چونکہ پہلی اشاعت میں عبارتی اردو کمزور تھی اور بعض عربی اور فارسی عبارات کا ترجمہ نہیں کیا گیا تھا۔ لہٰذا اس کا تدارک بھی کر دیا جائے۔

چنانچہ مرشد کامل کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں اپنی بساط بھر اس کتاب کو آسان انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ فقط خداوند قدوس کا فضل و کرم، آقائے دو جہان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت اور مرشدی پیر طریقت رہبر شریعت علامہ محمد عابد حسین سیفی دامت برکاتہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ اس حقیر فقیر سے یہ خدمت انجام پائی۔

خاکپائے اولیائے کرام

جون ۱۹۹۹ء — پروفیسر مشتاق احمد حنفی سیفی

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت شیخ التفسیر مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی مہتمم دار العلوم جامعہ جیلانیہ نادر آباد عقب بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

الحمد للہ الذی رفع منار الاسلام والدین بالحجج و البراھین وایدہ بالائمۃ المھتدین والعلماء العاملین والاولیاء الکاملین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ الطاھرین واتباعہ الکاملین الی یوم الدین اما بعد۔

میں نے اس کتاب کو مکمل پڑھا جو سالکین کے نفع اور ضروری فوائد و مسائل کے لیے لکھی گئی ہے ان مسائل کو دلائل قاہرہ کے ساتھ مزین کیا گیا ہے ہر قسم کے سالکین جو اس سے فائدہ حاصل کریں گے ان کو بطور منزل فائدہ و ترقی دے گی جس میں ہمارے مرشد کامل المجدد المائۃ خامس عشرہ شیخ العلماء والمشائخ الصفی الذکی المؤید من اللہ الغنی اخندزادہ سیف الرحمٰن دامت برکاتہم العالیہ کے ملفوظات و ارشادات عالیہ کو ترتیب دیا گیا ہے۔ ماشاء اللہ اس کی ترتیب میں فاضل عزیز پروفیسر مشتاق احمد حنفی سیفی وائس پرنسپل گورنمنٹ کمرشل کالج دیپالپور مقیم رسالہ خورد نے بڑی عرق ریزی اور محنت شاقہ سے کام کیا ہے۔ خاص کر کے صحت اردو، فارسی و عربی عبارات کا اردو میں ترجمہ اور ایک ضخیم کتاب کو مختصر کرنا یعنی اس کا خلاصہ بیان کرنا انتہائی مشکل و دشوار ہے۔ اس کو پروفیسر صاحب نے بڑے ہی احسن طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

چونکہ یہ کتاب میرے مرشد کامل جو علم ظاہر و باطن میں پوری دنیا میں اپنی نظیر

نہیں رکھتے۔ کے افاضات عالیہ پر مشتمل ہے تو میں چاہتا ہوں کہ سرکار کا مختصر تعارف بھی تقریظ کے اندر شامل کر لیا جائے۔

مجدد عصر حاضر شیخ المشائخ سیدنا و مرشدنا حضرت علامہ اخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی مبارک قدس سرہ ولد صوفی باصفا قاری سرفراز خان قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۳۴۹ ہجری کو کوٹ بابا کلی (افغانستان) میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے شروع فرمائی۔ آپ آٹھ سال کی عمر کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے مزید علوم دین حاصل کرنے کے لیے افغانستان و ہندوستان کے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ علوم دین سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ انکے خلیفہ اعظم غوث دوراں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی کی تربیت میں رہے انہوں نے آپ کی مکمل تربیت فرمائی اور آپ کو اپنا خلیفہ مطلق اور نائب بنایا اور حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں اپنے خلفاء کو یوں ارشاد فرمایا کہ اخندزادہ سیف الرحمٰن کو جو شخص مقبول ہو گا وہ مجھے مقبول ہے۔ اور اُن کی طرف سے جو مردود ہو گا وہ میری طرف سے بھی مردود ہے۔ پھر آپ بہت عرصہ تک افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ آپ لوگوں کو شریعت اور طریقت میں تربیت بھی فرماتے رہے۔ اور کافی تعداد میں علماء کرام آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور جب افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ تو اس کے بعد آپ نے ہجرت فرمائی اور ارشاد و اصلاح کی کوششیں جاری رکھیں۔

تلقین و ارشاد اور اصلاح خلائق کی طرف توجہ زیادہ کر دی۔ فتنہ و فساد کی فضا سے دور رہ کر ظاہری و باطنی علوم کا فیض عام کرنے کیلئے آپ نے عظیم الشان دارالعلوم جامعہ سیفیہ کی بنیاد رکھی جس میں جید علمائے کرام تدریس فرما رہے ہیں اور سینکڑوں کی تعداد میں طلباء علم کی

تشنگی بجھا رہے ہیں۔ آپ سے استفادہ کے لیے دور دراز سے علمائے کرام حاضر ہوتے ہیں۔ اس وقت ۱۵ ہزار سے زائد علماء آپ کے حلقہ مریدین میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر، وکلاء، بزنس مین، سیاسی و سماجی زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں کی تعداد میں اور مختلف طبقات اور بیرونی ممالک سے خاصی تعداد میں لوگ آپ سے فیوض برکات حاصل کر رہے ہیں۔ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی ترجمانی عقائد اہلسنت و جماعت کے مطابق فرما رہے ہیں۔ آپ کے ہاتھوں کثیر تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔ اور آپ سے تربیت حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے ممالک میں جاکر اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ غیر مسلم جب آپ کی زیارت کرتے ہیں تو آپ کے روحانی کمال کو دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں اور آپ کی زیارت سے واقعی خدا یاد آتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ کے علاج کے لیے ایک انگریز ڈاکٹر کو لایا گیا تو آپ نے اس ڈاکٹر کو دیکھ کر فرمایا یہ تو خود بیمار ہے میرا کیا علاج کرے گا۔ تو ڈاکٹر صاحب نے جواب میں کہا اگر میں بیمار ہوں تو یہ بزرگ میرا علاج کریں۔ تو آپ نے ڈاکٹر صاحب کی یہ بات سن کر انکی طرف توجہ فرمائی۔ توجہ فرماتے ہی ڈاکٹر صاحب نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ تو ڈاکٹر صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس نے کہا کہ یہ کلمہ پڑھو تو اس نے کہا مجھے ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اسی طرح آپ کی توجہ شریف سے ایک اور ڈاکٹر جس کا تعلق آسٹریا سے تھا کو آپ نے توجہ فرمائی تو اس کے سینے میں درد شروع ہو گیا جب الٹرا ساؤنڈ سے اس کے سینے کی تصویر لی گئی تو اس کے سینے پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نقش تھا، جس سے تصویر لینے والے ڈاکٹر بہت متاثر ہوئے اور آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا کہ ایسی عظیم شخصیت کی زیارت کی جائے۔ جو نہ

صرف کلمہ زبان سے پڑھواتے ہیں بلکہ سینوں پر بھی نقش کر دیتے ہیں۔ اس وقت امریکہ، برطانیہ، جرمن، آسٹریا، جاپان، کینیڈا، فرانس، بھارت اور عرب ممالک میں کافی تعداد میں آپ کے مریدین ہیں۔

اس دور میں سرکار اخند زادہ مبارک کے علاوہ اس طرح کی شخصیت ہم نے کہیں بھی نہیں دیکھی۔ آپ وہ ہیں جو لاکھوں دلوں کو ذکر الٰہی سے منور فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے غلام آپ کے اشاروں پر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ جس کی شہادت سنی کنونشن موچی دروازہ لاہور اور سنی کانفرنس اٹک ہے۔ اور

حضرت مرشدنا اخند زادہ مبارک دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی زبان سے اولیاء متقدمین پر اپنی ذات کو کبھی بھی فوقیت نہیں دی۔

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی

حضرت کے یہ ارشاد گرامی معترضین کی اصلاح کے لیے کافی ہیں کہ فقیر سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تابع ہے۔

(ہدایت السالکین)

اور مزید وضاحت میں سرکار تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بحمد للہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا عاجز بندہ ہوں کہ تمام سرزمین پر اپنے آپ سے باعتبار ذوق کوئی اور مجھے ادنیٰ ترین نظر نہیں آتا اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر اعتقاد رکھتا ہوں اور فروع وفقہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مقلد ہوں۔ اور اصول وعقائد میں اہل سنت جماعت کے عظیم پیشوا حضرت امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا تابع ہوں۔ اور تصوف وطریقت میں حضرت خواجہ بزرگ محمد بہاء الدین

شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا تابع اور انہیں بزرگان دین کا بالواسطہ مرید ہوں۔

اولیائے کرام امتِ مسلمہ کا وہ طبقہ ہیں جن کے دم سے اسلام کا پیغام چار دانگ عالم میں پہنچا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُنکے بعد یہی مقدس ہستیاں ہیں، جنہوں نے اپنے کردار و عمل سے مخلوق خدا کی رہنمائی فرمائی۔ اور تشنگانِ ہدایت کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب فرمایا۔ انہوں نے اپنی دعوات و تبلیغات کی صورت میں آنے والے لوگوں کے لیے بہت بڑا سرمایہ چھوڑا ہے۔ یہ اولیاء کی پاکیزہ جماعت کبھی تو محراب و منبر سے حق و صداقت کی صدا بلند فرماتی ہے۔ اور کبھی یہی لوگ اپنی خانقاہوں میں بیٹھ کر ذکر و فکر اور تلقین و توجہ سے طالبان حق کے سینوں کو گرماتے ہیں۔

اِن کی توجہ اور صحبت میں طالبان حق کو تزکیہ نفس سے وہ روحانی کمالات حاصل ہوتے ہیں۔ جس کا اندازہ خود طالب حقیقی ہی لگا سکتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں، میٹھے شربت کا ذائقہ اس کا پینے والا ہی بتا سکتا ہے۔ انکی تعلیمات مقدسہ سب کے لیے مینارۂ نور ہیں۔ بعض دفعہ حاسدین ضد و حسد و عناد و منافرت کی وجہ سے حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ کبھی انسان زہر کو تریاق سمجھ کر خوشی سے قبول کر لیتا ہے۔ اور کبھی تریاق کو زہر سمجھ کر بڑے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔

ہدایت السالکین میں حضرت سیدی و مرشدی سرکار اخندزادہ مبارک نے علم کے گوہر نایاب جمع فرما کر امت کے لیے ایک تریاق مجرب تیار فرمایا ہے جس میں ہر خاص و عام کے لیے ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اور بعض نے بے سروپا الزامات

عاید کرنے کی کوشش کی ہے۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ فقط کتاب سے ایک جملہ دیکھ کر نہ اگلے حصے کو پڑھا اور نہ پچھلے کو۔ لَا تقربوا الصلوٰۃ کی رٹ لگادی اور آپ کی پوری کتاب کو پڑھنے کی زحمت برداشت نہ کی، گویا کہ اپنے ذہن و ضمیر میں چھپے ہوئے حسد وعناد کو آشکار کر دیا۔

برصغیر پاک وہند وافغانستان میں گستاخی رسالت وتنقیص شان الوہیت کی تحریکیں چلتی رہیں اور دم توڑتی رہیں اور علماء ومشائخ ہمیشہ اُن کا مقابلہ فرماتے رہے ورنہ آج ہم اُن استعماری طاقتوں کی غلامی میں جکڑے ہوتے۔ ہر تحریک کے پس پردہ مغربی صیہونی ذہن پوشیدہ ہے، چاہے وہ امریکہ یا برطانیہ ہو یا روس یا اسرائیل وغیرہ کی شکل میں۔ اور تحریک چاہے فتنہ نجد ہو یا فتنہ انکار حدیث، چاہے فرقہ جبریہ کی صورت میں ہو یا فتنہ قادیانیت مرزائیت کی شکل میں ہو۔

تقدیس الوہیت وشان رسالت کی پاسداری وتحفظ کا علماء ومشائخ اہلسنت نے نہایت جوانمردی اور جانفشانی سے سدِباب کیا۔ اور ہمیشہ سیسہ پلائی دیوار کی مانند مقابلہ فرمایا، اور ہر اُٹھنے والے فتنے کو تار تار کر دیا۔ اور ان فتنوں کے مذموم عزائم سے عوام الناس کو روشناس کرانے میں تحریری وتقریری کردار ادا کیا۔ خاص طور پر امام ربانی قندیل نورانی شہباز لامکانی غوث صمدانی سیدی شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی کے خاندان واحباب نے ہر دور میں اُٹھنے والے فتنوں کا سدِباب کیا اور ہمیشہ ہر قسم کے فتنوں کا ہر دور میں مقابلہ کرنے کا شرف اسی خاندان کو حاصل ہے۔ ان کے علاوہ علمائے دہلی، علمائے خیرآباد، علمائے بدایون رام پور اور خاندان فرنگی محل کے علماء سرفہرست ہیں۔ اور افغانستان (کابل) میں خاندان حضرت ملا شور بازار جدِ امجد حضرت صبغت اللہ مجددی سابق صدر افغانستان، علماء ومشائخ حضرات نندر،

حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی، حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی خصوصاً علمائے بلخ میں سے علامہ علی محمد بلخی، مولانا عبدالحیٔ زعفرانی، مولانا محمد نبی صاحب محمدی مرکزی امیر حرکت انقلاب اسلامی افغانستان، مولانا محمد یحیٰ صاحب وغیرہ جن میں اکثریت حضرت سیدی و مرشدی اخندزادہ مبارک کے خلفاء کی ہے۔ اگر تفصیل میں جاؤں تو ایک دراز فہرست تیار کرنی پڑے گی۔ جس کے لیے طویل کتاب کی ضرورت ہے۔

بہرکیف افغانستان میں ہر قسم کے اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت کے خلفاء و مریدین کمربستہ ہیں۔ خاص کر کے کمیونزم اور روسی بربریت کے خلاف جہاد کرتے آپ کی تمام عمر صرف ہوگئی۔ آپ کے بھائی اسی جہاد میں شہید ہوئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ مجاہد ملت علامہ سعید احمد حیدری کا کردار کسی افغان سے پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے اپنی تمام عمر جہادِ افغانستان میں صرف فرمائی اور اسی روزمرہ کی مشقت بے آرامی اور بے خوابی کی وجہ سے کمر کی تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ اس تکلیف کے باوجود ابھی بھی افغانستان میں مصروفِ عمل ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت صاحبزادہ محمد حمید اخند بنفس نفیس کئی محاذوں میں روس کے خلاف برسرِپیکار رہے اور بہت بڑی جماعتیں مریدین و خلفاء کی لے کر شامل جہاد ہوتے رہے۔ حضرت سیدی مرشدی کے بڑے بھائی حضرت باچالالا عبدالباسط صاحب کا بے وطنی اور مسافری اور ہجرت میں وصال ہوا اور اُن کے جسد خاکی کو افغانستان لے جایا گیا۔ اور اسی طرح آپ کے دوسرے بھائی باچا محمد صادق نے بھی حالت غریب الوطنی میں رحلت فرمائی۔

یقیناً آپ نے حق و صداقت کی راہ پر مسلمانوں کو گامزن کرنے میں عزم و ہمت سے کام لیا۔ مسلمانوں کو روس کی غلامی سے نجات دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے جو علماء و مشائخ کے لیے راہیں متعین فرمائی ہیں۔ انہی پر چل کر ترقی کی منازل

حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور جن گمراہ عقائد کی آپ نے نشاندہی فرمائی ہے اپنے غلاموں کو گمراہوں کے گمراہ کن عقائد سے دور رہنے کی تدابیر فرمائیں۔

لوگ جب اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کر لیتے ہیں تو دنیا رشد و ہدایت کی بجائے فسق و فجور کی آماجگاہ بن جاتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے ہر صدی کے شروع میں مجدد پیدا فرماتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

إنّ الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها امر دينها ۔ سنن ابی داؤد

ترجمہ:

"بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد بھیجے گا جو تجدید و احیاء دین کا فریضہ انجام دیگا" (سنن ابو داؤد)

حدیث مجدد کی اسنادی حیثیت:

نویں صدی ہجری کے مجدد جلال الملۃ والدین خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں

ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں اور امام بیہقی نے مدخل میں اس حدیث کی صحت پر تصریح کی ہے اور ایسا ہی جو حضرات ان میں سے حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی صحت پر تصریح کی ہے

محدث عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ نے امام جلال الدین سیوطی سے نقل کیا ہے کہ مجدد کے لیے یہ شرط ہے کہ جس صدی کا مجدد ہوگا وہ صدی اس کی زندگی میں ہی گزرے یعنی تجدید دین کی پوری صدی گزار کر فوت ہوگا۔

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی (م: ۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں کہ صدی کے سرے سے یہ مراد ہے کہ مجدد اپنی پوری صدی گزار کر آئندہ شروع ہونے والی صدی کے بھی چند سال گزار کر فوت ہوگا۔

علامہ محمد بن سالم الحنفی (م: ۱۰۸۱ھ)، فرماتے ہیں کہ صدی کے آخر میں مبعوث ہونے والے میں ایک بات یہ ہوگی کہ وہ مشہور و معروف ہوگا اور مرجع خاص و عام ہوگا۔

"سراج منیر" میں ہے۔

معنی التجدید الاحیاء مما اندرس من العمل بالکتاب والسنة والامر بمقتضاھا۔

ترجمہ: یعنی تجدید دین سے مراد کتاب و سنت کا زندہ کرنا ہے۔ جو مٹتا جا رہا ہو اور کتاب و سنت کے مطابق حکم جاری کرنا۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں۔

ای یبین السنة من البدعة ویذل اھلھا۔

ترجمہ: مجدد سنت کو بدعت سے علیحدہ کرتا ہے اور اہل بدعت کو ذلیل کرتا ہے۔

اس عبارت میں تجدید کا مفہوم واضح ہوگیا۔ اس سے مجدد کے منصب اور دائرہ کار کو سمجھنا آسان ہوا۔

- علمائے راسخین کی تشریحات کے مطابق مجدد کا کام سنت کو بدعت سے علیحدہ کرنا اور ہدایت و ضلالت میں تفریق کرنا ہے۔ یعنی شریعت کے حاملین و عاملین کی مدد کرنا اور اہل بدعت و ضلالت کی سرکوبی کر کے ان کو ذلیل و خوار کرنا اور ان کی پہچان و شناخت کر کے ان کو اپنے مقام تک پہنچانا ہے یہی مجدد کا منصب

ہے اور جب وہ حق پر ڈٹ جائے تو اس کو اس کے مؤقف سے دنیا کی کوئی طاقت ہٹا نہیں سکتی۔ جو دکھی دِل کے قریب آئے تو اُن کے دِل کا سہارا بنے۔ بے دین آئے تو دیندار بنے۔ بھٹکا ہوا آئے تو راہ راست پر آئے۔ زخمی آئے تو مرہم ملے۔ تو یہ کس قدر اہم ذمہ داریاں ہیں جو مجدد کو سونپی جاتی ہیں۔ اور جو اُس صدی میں جدید مسائل پیدا ہوں اُن میں تحقیق کر کے علماء کی رہنمائی کرے۔

آئمہ مجتہدین و اکابرینِ امت کی تشریحات و تصریحات سے معلوم ہوا کہ:

۱۔ مجدد اپنی پوری صدی گزار کر فوت ہوگا جس میں پیدا ہوا اسی صدی میں اس کی شہرت بھی عام [illegible] ہو [illegible] ہے۔
۲۔ علم ظاہر و باطن کا حامل ہوگا۔
۳۔ سنت و اہل سنت کا حامی و ناصر ہوگا۔
۴۔ اہل بدعت کو ذلیل و رسوا کرنے والا ہوگا۔
۵۔ وہ اپنی حیات مبارکہ میں ہی مشہور اور خاص و عام کیلئے مرکز رشد و ہدایت ہوگا
۶۔ قرآن و سنت کے علم کو عام کرنے والا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو راہ حق پر قائم رکھے۔ محبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمائے۔ مکار فریبی اور علم شیطان کے حاملین کے دامن فریب سے محفوظ فرمائے

صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ محمدٍ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

تاریخ
۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ
بمطابق ۱۷ جولائی ۱۹۹۸ء

خاکِ راہِ صاحبِ دِلاں

محمد عابد حسین سیفی
ناظم اعلیٰ دار العلوم جامعہ جیلانیہ نادر آباد بیدیاں روڈ لاہور کینٹ۔ فون ۵۷۲۰۹۰۹

ابتدائیہ

امیر تحریک مشائخ اہلسنت شیخ العلماء
حضرت میاں محمد سیفی حنفی ماتریدی (مدظلہ العالی)
زیب آستانہ عالیہ سیفیہ محمدیہ راوی ریان شریف لاہور

آج کے اس پُر آشوب دور میں جب انسان مادیت کا شکار ہے۔ لادینی نظریات کی بھرمار نے انسانی ذہنوں کو مفلوج بنا کر رکھ دیا ہے اور انگریزی تہذیب و تمدن نے اسلامی تہذیب و تمدن کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی بصیرت اور بصارت دونوں کو اس قدر ماؤف کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اللہ والوں کی باتیں سننے کا نہ شوق باقی رہا ہے اور نہ عمل کرنے کا جذبہ فکر.......

ایسے حالات میں وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ شخصیات کی تالیفات و تصنیفات کو بغور مطالعہ کریں جو کہ انسان کی روحانی تسکین کا سبب ہیں ان سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں۔

زیر نظر کتاب ہدایت السالکین جو امیر شریعت شیخ الشیوخ، قیوم زمان سرفراز مقام صدیقیت وعبدیت مرشدنا وسیدنا اخندزادہ سیف الرحمن مدظلہ المعروف پیرارچی و خراسانی کے افادات عالیہ میں سے ہے۔

حضرت مرشدی نے انسانوں کی رشد وہدایت کے لیے اپنی تالیفات کے علاوہ زندہ کتابوں کی قطاریں لگا دی ہیں۔ جس طرف بھی نظر کیمیا سے دیکھا تصوف وعرفان کے موتی بکھیرتے گئے۔

آپ کے مرشد گرامی قدر حضرت قیوم زمان مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ کا وہ جملہ پورا ہوا کہ اے اخندزادہ سیف الرحمن تو جس سمت بھی توجہ کرے گا اس سمت کو گلِ گلزار کرتا جائے گا۔

یعنی سمتیں تیرے فیض وکمال کی وجہ سے سیراب ہوتی جائیں گی اور انسانوں کو انسان اور بندوں کو تو بندہ حقیق بناتا جائیگا۔

سرکار مبارک نے اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر تلقین وتوجہ سے سالکین کے سینوں کو اس طرح گرمایا کہ اس سے ایک انقلاب برپا ہوا۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

میں جب اپنے حالات کو دیکھتا ہوں تو میری نظر فوراً اخندزادہ مبارکؒ کے کمالات کی طرف جاتی ہے۔ کئی دفعہ اتفاق ہوا، دوستوں نے کہا کہ اپنے مرشد کی کرامت سناؤ تو میں دوستوں کو کہتا ہوں کہ میں خود اپنے مرشد کی بڑی کرامت ہوں۔

ایک وقت میں نے عرض کیا کہ جب سرکار نے مجھے دربار داتا صاحبؒ محفل کرنے کا حکم دیا تو میں نے عرض کی کہ وہاں تو علماء بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں تو سرکار مبارکؒ نے فرمایا۔ یہ تقریریں کرنے والے تجھ سے آکر فیض حاصل کریں گے۔ آج سینکڑوں کی تعداد میں ان علماء کی قطاریں اپنے آستانے پر دیکھتا ہوں تو مرشد گرامی کے وہ جملے بار بار یاد آتے ہیں، اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تیرے دیگر پنجاب کے خلفاء کی نسبت زیادہ مرید ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج پاکستان کے علاوہ پوری دنیا کے کئی ممالک میں عاجز کے مریدوں کے حلقے ذکر ہو رہے ہیں۔ اور فقیر کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے۔ کہ جو نعمت مرشد کریم نے اس ناچیز کو عطا کی ہے اس سے دنیا کا ہر انسان فائدہ حاصل کرے۔ اور مرشد کریم کی اس نعمتِ عظمیٰ کو پھیلانے کے لیے فقیر شب وروز کوشاں ہے۔

جو بھی ایک دفعہ آستانے پر حاضر ہوتا ہے وہ اس نعمت کو حاصل کیے بغیر واپس نہیں لوٹتا۔ کئی چور، ڈاکو، شرابی، زانی، فلم سٹار، اور بدقماش مرشد کریم کے دیئے ہوئے کمال کی برکت سے آج وہ صاحبِ کمال بن کر عاشقین سالکین کے سینوں کو ذکر خدا سے گرما رہے ہیں۔

اور اس کتاب ہدایت السالکین میں مرشد کریم نے گوہر نایاب اور تریاق کیمیا، سے امتِ مسلمہ کو سیراب کیا ہے۔ جو بھی اس سے ہدایت کے موتی چنے گا، وہ یقیناً اپنے مقصد زندگی کو پالے گا۔

کتاب ابتداءً تفصیلی تھی۔ جماعت اہل سنت کے اکابرین سے فقیر نے

جو وعدے کیے تھے اسے مختصر کرنے کے ساتھ ساتھ وہ تمام پورے کر دیے۔ اب یہ مختصر اور جامع کتاب ہدایت السالکین آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمین مومنین، سالکین کو اس سے پورا فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرشد کریم کی صحت و عمر میں برکت عطا فرمائے۔ "آمین"

اظہار خیال

شیخ الحدیث التفسیر حضرت علامہ مفتی غلام فرید ہزاروی محمدی سیفی

مہتمم:۔ دارالعلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ ۔ گوجرانوالہ

آج کے اس پرفتن دور میں جہاں ہر طرف مادیت کا پرچار ہو رہا ہے روحانیت سے غفلت اور لاپرواہی بڑھتی جا رہی ہے' طاغوتی قوتیں پورے عروج پر ہیں' ایمان و روحانیت کے دشمن خلق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں اور مختلف حربے استعمال کر کے دین اسلام سے دور لے جا رہے ہیں۔ ایسے دور میں روحانیت کے حامل حضرات کی اشد ضرورت تھی جو "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے اصلی مصداق ہوں اور وہ اس دور میں علماء حق اہل سنت وجماعت ہیں جو انبیاء کرام کے اصلی وارث ہیں۔ اس کے بعد وہ مشائخ کرام' صوفیاء عظام ہیں جو روحانیت کے منبع و مخزن ہیں۔ مذاہب اربعہ حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی اہل حق ہیں اور سلاسل اربعہ معروفہ نقشبندی' چشتی' قادری' سہروردی جو روحانیت کے سرچشمہ ہیں مگر علماء حق ظاہری علم کے وارث ہیں' جبکہ مشائخ و صوفیاء باطنی علم کے بھی وارث ہوتے ہیں۔ سیدی مرشدی مجدد عصر حاضر قطب الارشاد حضرت اخوندزادہ سیف الرحمن پیر ارچی و خراسانی مبارک جو استاذالمحدثین بھی ہیں شیخ المشائخ بھی ہیں۔

جس تیزی کے ساتھ خلق خدا آپ کے دامن فیض سے مستفیض ہو رہی ہے' قریب قریب ماضی و حال میں اس کی مثال نہیں ملتی' آپ کے خلفاء جس تیزی کے ساتھ دین اسلام کی خدمت کر رہے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ جن خلفاء عظام میں شامل میرے شیخ کامل مجاہد اہل سنت حضرت میاں محمد سیفی حنفی ماتریدی مبارک بھی ہیں' یہ سب فیض نبی اکرم نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے آتا ہوا مجدد عصر حاضر قیوم زماں حضرت اخندزادہ سیف الرحمن پیر ارچی مبارک کے سینے سے حضرت میاں محمد حنفی سیفی مبارک کے سینے تک پہنچا۔ جہاں ہزاروں لوگ ان بزرگوں کے دامن کرم سے وابستہ ہیں۔ وہاں پر مجھ جیسا عاجز بھی اس فیض سے مستفیض ہو رہا ہے۔ دعا ہے اللہ رب العزت ان بزرگوں کے علم و عمل و عمر میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہارِ خیال

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صوفی گلزار احمد سیفی
خطیب جامع مسجد نورانی مجددی بابا فرید کالونی چونگی امر سدھو لاہور

بندہ ناچیز کے مقدر کا ستارہ طلوع ہوا اور خبر ملی کہ پشاور میں ایک بہت بڑے ولی کامل تشریف رکھتے ہیں، جن کا اسم گرامی حضرت قبلہ اخندزادہ سیف الرحمن دامت برکاتہم العالیہ ہے۔ جونہی یہ خوشخبری سنی تو سرکار کی زیارت کا بڑی شدت سے شوق پیدا ہوا، اور بڑی بے تابی کے ساتھ عالی جناب کی زیارت کا منتظر رہا۔ آخر اس شدت محبت کو بارگاہ رب العزت میں مقبولیت ہوئی اور عالی سرکار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

جب آستانہ عالیہ سیفیہ منڈیکس پشاور شریف میں پہنچا، دیکھا کہ بچے سے لے کر بوڑھے تک تمام سنت مصطفیٰ کے پیکر ہیں۔ بہت حیرت ہوئی سرکار کے غلام سنت مصطفیٰ کے اس قدر پیکر ہیں تو مرشد کامل کا عالم کیا ہوگا۔ کچھ انتظار کے بعد دیکھتا ہوں کہ ایک سوہنی نورانی صورت والی شخصیت جلوہ گر ہو رہی ہے۔ جو سر سے لے کر پاؤں تک مدنی تاجدار کی سنت میں ملبوس ہیں اور چہرے مبارک پر اللہ تعالیٰ کے نور کے جلوے رونما ہو رہے ہیں اور اس نورانی صورت کو دیکھتے ہی میرے دل کی دنیا بدل گئی عالی

جناب کے تشریف لاتے ہی غلاموں کی کیفیت بدل گئی۔ ہر غلام پر ایک عجیب عشق و محبت کا جلوہ رونما ہو رہا تھا۔ دل میں سرکار کی بیعت کا اشتیاق پیدا ہوا اور بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

سرکار نے ناچیز کو بیعت فرمانے کے بعد ناچیز بندہ کے دل پر اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی مبارک رکھی اور اللہ، اللہ، اللہ تین دفعہ فرما کر پھر ذکر ہو کی بڑی جلالیت سے توجہ فرمائی کہ دل کی کیفیت بدل گئی۔

بیعت کرنے کے بعد واپس گھر آتا ہوں تو اپنے آپ کو دنیا سے بے رغبت پاتا ہوں اور دل میں محبت الٰہی اور عشق مصطفےٰ کے عجیب اور شدید جذبات محسوس کرتا ہوں۔ اور اپنے دل کو ہر وقت ذکر الٰہی میں پاتا ہوں۔ کبھی کبھی ذکر الٰہی کی شدت سے جسم پر وجدانی کیفیت محسوس کرتا ہوں۔ حیران ہوں کہ قبلہ پیر صاحب کی ناچیز کے دل پر انگلی رکھنے کے بعد دل کی دنیا بدل گئی۔

تاثرات

مہتمم جامعہ سیفیہ رحمانیہ للبنات الاسلام بادشاہی روڈ ادھوال کلاں متصل گجرات

از بروئے سجدہ عشق آستانے یافتم سرزمین بود منظور آسمانے یافتم

اللہ تعالےٰ کے گوناگوں ناقابل شمار احسانات میں سب سے بڑا احسان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور آپ کا سب سے عظیم احسان دین کامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت آیات اور تعلیم حکمت کے ذریعے تزکیہ کا وہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا جس نے مس خام کو کندن بنا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی جس کی تعریف آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی کہ "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے فلاح پاؤ گے"۔ صحابہ کبار کے بعد اس مقدس مشن کو تابعین نے جاری رکھا۔ تابعین کے بعد اولیاء اللہ نے تبلیغ و اصلاح اُمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ یہ مبارک گروہ ہر دور میں موجود رہا۔ یہی وہ جماعت ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں کیا گیا۔

کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ۔

اولیاء اللہ کے اس گروہ کو صالحین، عباد الرحمٰن، اخیار اور ابرار کے ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ ان تمام حضرات کی زندگیاں قرآن و سنت کا قابل رشک نمونہ تھیں۔ یہ حضرات روحانی ترقی کے لیے رہبانیت کو نہیں بلکہ اتباع شریعت کو لازمی قرار دیتے تھے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی کے بقول "یہ راہ صرف وہی پا سکتا ہے جس کے سیدھے

ہاتھ میں قرآن پاک اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو، اور دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے۔" یہ لکھتے ہوئے میرا قلم فخر سے جھوم رہا ہے کہ اللہ کریم نے مجھ گنہگار کو اپنے ایسے ولی کامل ومکمل واکمل کے در کی گدائی عطا فرمائی ہے۔ جس کا ثانی اس دور میں تلاش کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی نظر آتا ہے۔ یہ فخر مجھ گنہگار کو ہی نہیں وقت کے ہزاروں جید علماء، شعراء، بلغاء، اتقیاء، صوفیاء اور امراء کو بھی ہے۔ آپ کی خانقاہ شریف (آستانہ عالیہ منڈیکیس علاقہ کھجوری) ترویج واشاعت اور اصلاح وتربیت مریدین اور خدمت خلق کے لیے وقف ہے۔ رشد وہدایت کی جو شمع آپ نے روشن کر رکھی ہے۔ اس سے مستفید ومستفیض ہونے کے لیے ملک پاکستان کے ہر شہر کے علاوہ بیرون ممالک سے آنے والوں کی قطاریں لگی رہتی ہیں۔ اور یہ باب حق، متلاشیان حق کے لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔

حضرت اخندزادہ مبارک کا سراپا جس کو ایک نظر دیکھنے کے لیے سالکین تڑپتے رہتے ہیں۔ سبحان اللہ! آپ کی صورت، آپ کی سیرت، آپ کی رفتار، آپ کی گفتار، آپ کی ہر روش، آپ کی ہر ادا، آپ کا ہر کردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مرقع اور منہ بولتی تصویر ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

ولی چونکہ وہی شخص ہوتا ہے جو نبی کی اتباع کا قابل تقلید نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس کی زندگی اتباع شرع کے سانچے میں ڈھلی ہوتی ہے۔ اس کی گفتار وکردار اس کی صورت اور سیرت علم اور عمل سے ہر لحہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی زندگی رضائے الٰہی کے لیے وقف ہے۔ پروردگار کو راضی کرنے میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ محبوب کی پیاری پیاری اداؤں کو اپنا لائحہ عمل اور ضابطۂ حیات بنایا ہوتا ہے۔ وہ خود بھی قرب خداوندی حاصل کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ اور مخلوق خدا کو بھی ففروا الی اللہ کا ایمان افروز سبق پڑھاتا

رہتاہے۔ الحمد للہ سیدنا و مرشدنا سرکار اخندزادہ مبارک میں مذکورہ بالا تمام باتیں بدرجہ اتم موجود ہیں جنہیں دیکھ کر دل بے ساختہ پکار اٹھتاہے۔

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰؐ ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

آپ کے اوقات و معمولات کے انضباط سے ہی واقفیت حاصل ہوجائے تو اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا کہ اتباع سنت کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو کس حد تک ادا کرنے کا اہتمام فرماتے ہیں۔ آپ کا آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے سالکین اور دیگر مہمان بھی کتنے خوش نصیب ہیں۔ جن کی مہمان نوازی کے لیے روایتی آستانوں کی طرح دیگر مریدین اور غلام نہیں بلکہ سرکار مبارک صاحب کے اپنے لخت جگر اور پوتے اس خیال سے بے نیاز کہ وہ کسی پیر کی اولاد ہیں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

آستانہ عالیہ کے اندر خواتین کے ماحول میں بھی شریعت مطہرہ اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ اور عمل موجزن نظر آتاہے۔ غرض یہ کہ ؎

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

سرکار اخندزادہ مبارک کی ذات ہو یا آپ کے اردگرد کا ماحول، ہر چیز میں اللہ کی شان و عظمت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ خود بخود زبان سے خدا کا ذکر اور اس کی حمد جاری ہوجاتی ہے۔ پریشان حال کو اطمینان قلب اور مردہ دل کو حیات قلب نصیب ہوجاتی ہے۔ ہر طرف ذات خداوندی کے جلوے بکھرے نظر آتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ ؎

پیر کامل صورت ظل الہٰ
یعنی دید پیر دید کبریا

اللہ تعالیٰ خالق علی الاطلاق ہے

اللہ تعالیٰ کی صفت خالق اور موجد ہے کہ وہ پاک ذات خلاق علی الاطلاق ہے اور مخلوق کسی صورت بھی خالق نہیں ہو سکتی۔ اس بات کی وضاحت فقہائے اہل اسلام کی عبارتوں سے واضح کی جاتی ہے۔

علمائے اہل سنت وجماعت نے فرمایا ہے کہ جب کوئی فعل بندہ کی طرف منسوب کرنا مقصود ہو تو اُسے کسب واکتساب (یعنی ہونے اور کرنے) سے مسمّٰی کیا جائیگا اور جب وہی فعل اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرنا مقصود ہو تو اسے خلق وایجاد (یعنی پیدا ہونے اور پیدا کرنے) سے موسوم کیا جائے گا۔ اس ایک فعل کی ان دو جہتوں کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

قال اهل السنة ان الافعال الاختيارية للعباد مقدورة الله تعالىٰ من حيث الخلق والايجاد ومقدورة العباد على وجه آخر من التعلق يعبر عنه بالاكتساب فحركة العبد باعتبار نسبتها الى قدرة الله تعالىٰ يسمى خلقاً و باعتبار نسبتها

اہل سنت نے فرمایا ہے کہ بندوں کے افعال اختیاری اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہیں اس حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ ان افعال کا خالق اور موجد ہے اور بندوں کی قدرت کے تحت ہیں دوسرے اس وجہ سے جو کہ ایک تعلق ہے بندہ اور فعل کے درمیان جسے لفظ اکتساب سے تعبیر کیا جاتا ہے پس بندہ کی حرکت اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے منسوب ہو تو اسی حرکت کو

الیٰ قدرۃ العبد کسبٌ لہ۔ خلق (پیدائش) سے مسمیٰ کیا جائیگا اور اس اعتبار سے کہ اسی فعل کی نسبت قدرت بندہ سے ہو تو یہ فعل اس بندہ کیلئے کسب سے مسمیٰ کیا جائیگا۔

(مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ)

فرقہ قدریہ نے بہت سی جہتوں کے سبب بندہ کو ہی خالق اور قادر مطلق جانا اور تقدیر کے منکر ہو گئے۔ ان کو علمائے اہل اسلام نے مجوسیوں سے بھی بدتر گروہ کہا ہے۔ یہ لوگ آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کا اپنی جانب سے فاسد استدلال کرکے اللہ تعالیٰ (جو کہ وراء الوریٰ، واجب التنزیہ عن سمات الحدوث ذات پاک و عالی ہے) کے لیے جسم، جہت، مکان اور جہتیت میں تشبیہ دیتے ہیں اور مشبہ (اللہ تعالیٰ) کے لیے وہ اشیاء جو مشبہ بہ (مخلوق) کے لیے لازمی ہیں، لازم کرتے ہیں۔ اور یہ بات عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ جسم کے لیے ابعاد ثلاثہ لازمی ہیں جو کہ حقیقت میں آٹھ اجزا کی ترکیب سے حاصل ہوتے ہیں اور محدود بالذاتیات کے لوازم میں سے ہیں اور چونکہ محدود بالذاتیات کے لیے اجزا کا ہونا ضروری ہے تاکہ تحدید محقق ہو مگر اللہ تعالیٰ اجزاء سے منزہ اور پاک ہے۔ اگر بالفرض ذات اقدس کے لیے اجزا ثابت ہوں تو لامحالہ یہی اجزائے واجبات باسرہا ہوں گے یا اپنے غیر کے مقابل میں ممکنات ہوں گے یا بالعما ممتنعات ہوں گے اور یا توزیعی طور پر ہوں گے اور یہ سب باطل ہے۔

اجزائے واجبہ کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ واجبات نہ اجزائے ذہنیہ ہو سکتے ہیں اور نہ خارجیہ۔ کیونکہ اجزائے واجبہ بعض بعض سے ضرور بالضرور ہویت میں منفصل ہوتے ہیں تاکہ واجبیت اور استقلال متحقق ہو، اور اجزائے ذہنیہ کے لیے لازم ہے کہ متحد الھویت ہوں تاکہ ان اجزا کے مابین اور ان کے کل کے مابین حمل متحقق ہو۔ اسی طرح اجزائے خارجیہ اور علاقہ افتقار (مفلسی کا تعلق) لازمی ہے اور ان میں سے کوئی شے مستغنی نہ ہو، تاکہ ترکیب حقیقی متحقق اور متصور ہو۔ اجزائے واجبہ کے لیے لازم ہے کہ

بعض بعض سے مستغنی ہوں تاکہ امکان لازم آئے۔ اس لیے کہ احتیاج۔ امکان کے خواص میں سے ہے۔ پس دونوں جہتوں سے اجزائے واجبہ کا ہونا باطل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کیلئے اجزائے ممکنہ کا ہونا بھی باطل ہے کیونکہ ذات تعالیٰ وتقدس تو بالاتفاق واجب ہے۔ اگر اس کے لیے اجزائے ممکنہ ثابت ہو جائے تو خُلف اخلاف المفروض، لازم آئے گا۔ کہ اس طرح سے واجب ممکن بن جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اجزائے ممتنعہ کو پایا جائے تو یہ واجب الوجود، ممتنع الوجود بن جائے گا۔ اور اجزائے توزیعی کا لینا بھی باطل ہے کیونکہ اس بنا پر بھی خُلف لازم آتا ہے۔ کیونکہ امکان جُز کے لیے امتناع جز مستلزم ہے۔ امکان یا امتناع کل کا معاملہ واضح ہوگیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے لیے جسم ثابت کرنا باطل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے طرف ثابت کرنا اور اس پاک ذات کی جانب طرف منسوب کرنا بھی باطل ہے کہ ذی طرف لامحالہ یا کم ہوگا یا متکمم۔ کم کا مطلب ہے عرض مفتقر الی محل اور متکمم کا معنی ہے جسم مرکب محل برائے کم۔ پس دونوں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ "کم" میں احتیاج ہے اور "متکمم" میں جسمیت اور ترکیب و جزئیت۔ چونکہ یہ خواص امکان میں سے ہے تو یہاں بھی خُلف لازم آتا ہے جبکہ ذات اقدس جل وعلیٰ مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے۔ (ذہناً اور خارجاً)

اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کیلئے (معاذ اللہ) جسم قرار دیا جائے اور نصوص متشابہات کو مطابق اقوال مجسمہ لیا جائے تو کوئی اور نصوص قطعیہ سے تعارض لازم آتا ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہٗ نے بیان فرمایا ہے۔ اسی بنیاد پر علمائے اہلسنت کے نزدیک یہ قرار پایا ہے کہ آیات متشابہات اور احادیث متشابہات پر ایمان لاکر ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں اور ظاہری، لغوی اور عرفی معنی پر ان متشابہہ نصوص کا حمل کرنا بالاتفاق متقدمین ومتاخرین کے نزدیک کفر ہے۔

بندے کی صفت ہے "کسب واکتساب" اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے "تخلیق وایجاد"

یہی ایک فعل دو قدرتوں کے تحت ایک وقت میں دو مختلف جہتوں سے مقدور ہوگیا۔ ایک قدرت بندے کی جس کا نام کسب واکتساب ہے اور دوسری قدرت خداوندتعالیٰ کی جس کا نام تخلیق وایجاد ہے۔ کسی شے کا عدم سے وجود میں لانا خلق وایجاد ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اور صنعت ہے اور موجودات میں اپنے اختیار وارادے کے موافق تصرف کرنا کسب واکتساب ہے جو کہ بندے کی صفت ہے علمائے متکلمین نے فرمایا ہے :

وافعال العباد کلها بارادة ومشیته تعالیٰ وتقدس وحکمه ثم قال لا یبعد ان یکون ذلك اشارة الی خطاب التکوین ثم قال المحقق القندهاری المحشی ذهب جماعة الی انه جری عادته تعالیٰ بایجاد الاشیاء بکلمة کن. والمحققون علی انه لیس فی ایجاد الاشیاء خطاب اصلا والا یلزم خطاب المعدوم بل قوله تعالیٰ کن فیکون کنایة عن سرعة التکوین عند الارادة فلذا قال الشارح لا یبعد۔ (شرح عقائد نسفی)	اور بندوں کے سارے افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے ومشیت اور حکم سے ہوتے ہیں۔ پھر شارح نے فرمایا کہ بعید نہیں کہ حکم سے خطاب تکوین کی جانب اشارہ ہو۔ پھر محقق قندھاری محشی نے فرمایا کہ علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ ایجاد اشیاء میں عادۃ اللہ اس پر جاری ہے کہ کلمہ کن سے موجود ہوں اور محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایجاد اشیاء میں خطاب ہرگز نہیں ورنہ معدوم کو خطاب لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔ بلکہ قول خداوندی کن فیکون میں کنایہ اس سے ہے کہ ارادہ کے ساتھ تکوین میں سرعت ہوتی ہے اور اسی لیے شارح نے کلمہ لا یبعد فرمایا۔

صفت تکوین کے متعلق "شرح عقائد نسفی" میں شارح تفتازانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ :

والفعل والتخلیق عبارتان عن	فعل اور تخلیق دو عبارتیں ہیں اور ان دونوں

صفة ازلية تسمى بالتكوين. ثم قال و التكوين وهو المعنى الذي يعبر عنه بالفعل والخلق والتخليق والايجاد والاحداث والاختراع ونحو ذلك ويفسر باخراج المعدوم من العدم الى الوجود صفة لله تعالىٰ علىٰ انه خالق العالم مكون له ازلية والتكوين صفة حقيقية هي مبدا الاضافات التي هي اخراج المعدوم من العدم الى الوجود لاعينها۔ (اي عين الاضافة)

سے تکوین نامی صفت ازلیہ کی تعبیر ہوری ہے پھر فرمایا تکوین کا معنی ہے فعل، خلق تخلیق، ایجاد، احداث اور اختراع وغیرہ اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ نیست کو نیستی سے وجود میں لائیں اور یہی تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے اور یہی تکوین صفت حقیقی ہے جو کہ اضافات کا مبدا ہے اور اضافہ معدوم کو نیستی سے وجود میں لانا ہے اور صفت تکوین عین الاضافہ نہیں۔

پس مکونات وہی افعال ہیں جو بندوں سے صادر ہوتے ہیں اور یہی افعال صفات فعلیہ کے آثار ہیں۔ اور صفات فعلیہ صفت تکوین کی تفصیل ہے اور صفت تکوین اضافات وتفصیلات کا مبدا ہے اور حقیقی صفت ہے عین اضافہ نہیں۔

حضرت امام خواجہ محمد معصوم اول قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

باوجود تقدیر خیر وشر وخلق از حق تعالیٰ قدرت وارادۂ بندہ را در وجود فعل دخل داده اند۔ کہ اول صرف اراده از جانب بنده می شود۔ بعد ازاں موافق صرف اراده بنده اللہ تعالیٰ خلق می فرماید۔ و جبریان نفی کسب اختیاری واراده از بنده می کنند وجبریه کافر اند ومذهب ایشان بداہت

باوجود اس کے کہ خیر وشر دونوں تقدیر خداوندی سے ہیں اور خلق اشیا از جانب حق تعالیٰ ہے۔ نیز قدرت وارادۂ بندہ کو وجود فعل میں داخل کر دیا ہے۔ کہ اول بندہ کی جانب سے ارادہ صرف ہوتا ہے پھر اس کے موافق اللہ تعالےٰ اپنے ارادہ سے وہی چیز خلق فرماتا ہے اور جبریہ بندہ سے اختیار وارادہ کی نفی کرتے ہیں اور جبریہ کافر ہیں اور ان کا مذہب

باطل است۔ واضح طور پر باطل ہے۔

پس ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ بندہ کے ارادہ و قدرت کو مقدور میں دخل ہے اور اسی قدرت حادثہ للعبد کے لیے تاثیر بھی ثابت ہے اور یہی فعل مجموعہ القدرتین سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں حکمت خداوندی ہے۔ بندہ کی مشیت کو صرف کسب میں دخل حاصل ہے خلق میں ہرگز نہیں، اور تاثیر ایجادی اور خلق یقیناً اللہ تعالیٰ کی مشیت کے لیے ثابت ہے۔

شانِ خداوندی جل جلالہٗ کی حقیقت

شان اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے۔ کہ فیض پہلے ذاتِ اقدس سے متنزع ہو کر اعتبارات میں آتا ہے پھر شان جامع میں آتا ہے پھر شیونات میں آتا ہے اور شیونات سے اسمار و صفات میں آتا ہے۔ بلا کیف خلائق اور مکونات، صفت التخلیق اور صفت التکوین کے آثار ہیں۔ صفت التخلیق صفات فعلیہ میں سے ایک صفت ہے، جبکہ صفت التکوین محققین کے نزدیک صفات ذاتیہ میں سے ہے۔ لیکن دونوں صفات ہی ہیں۔ قوت مؤثر کا پتہ قوت آثار سے چلتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی صفات میں انتہائی قوت ہے کہ تمام مکونات اس کے آثار ہیں۔ ذات اقدس کے متعلق تو تفکر بھی ممنوع ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

تفکروا فی صفات اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ،

ترجمہ، (اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر مت کرو)

خلائق اور مکونات (تحت الثریٰ سے لے کر عالم امر کی انتہا تک دائرہ ممکنات ہے) صفت التکوین کے آثار ہیں اور احیاء، اماتت، تخلیق اور ترزیق وغیرہ کی صفات فعلیہ صفت التکوین کی تفصیلات ہیں۔ پس خلائق کی ایجاد صفت التخلیق کا اثر ہے اور مکونات بأسرہا صفت التکوین کے آثار ہیں۔ پس صفت التخلیق، صفات فعلیہ میں سے ہے۔ بقول مجدد ماتریدیہ اور اشاعرہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک صفت فعلی ہے لیکن مذہب حقیق ماتریدیہ کا ہے۔ خلائق کی ایجاد کا تعلق شان خداوندی کے ساتھ نہیں ہے

بلکہ صفت التخلیق کے ساتھ ہے کیونکہ شان، مراتب ذات میں سے ایک مرتبہ ہے اور صفت التخلیق صفات خداوندی میں سے ایک صفت ہے۔ جیساکہ آگے چل کر امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے واضح ہو جائیگا اور کسب نہ تو شان کے ساتھ قیام پذیر ہے اور نہ صفت التخلیق کے ساتھ اور نہ دوسری صفات خداوندی کے ساتھ۔ کسب کو شان خداوندی کی صفت ٹھہرانا درست نہیں کیونکہ اس طرح صفت التخلیق اور صفت التکوین سے انکار لازم آتا ہے جو کہ کفر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

والذین یلحدون فی اسمائه...کما سیاتی (سورہ اعراف آیت: ۱۸۰)

ترجمہ: اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اسماء اللہ میں الحاد کرتے ہیں یعنی ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ملحد اور زندیق ہو جاتے ہیں)

بعض کے نزدیک شان خداوندی صفات فعلیہ میں سے ہے لیکن تحقیق حقیق امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ شان مراتب ذات میں سے ہے اور اسماء و صفات کے مرتبہ سے فوق ہے۔ شان خداوندی بالاتفاق قدیم ہے حادث نہیں۔ اور کسب (ہونا اور کرنا) بھی شان خداوندی کی صفت نہیں کیونکہ کسب حادث ہے پس حادث کو قدیم کی صفت ٹھہرانا قدم حدوث کو مستلزم ہے اور یہ کفر ہے۔ مناطقہ کا یہ قول کہ "شان خداوندی آثار مرتبہ علی صفات الواجب سے عبارت ہے" بالکل باطل ہے۔ کیونکہ آثار مرتبہ مکونات اور حوادث ہیں اور شان خداوندی قدیم مراتب ذات میں سے ایک مرتبہ ہے نہ حادث ہے اور نہ صفات سے مرتب ہے یعنی آثار مرتبہ شیونات خداوندی نہیں ہیں بلکہ مخلوقات خداوندی ہیں اور شان خداوند تعالیٰ قدیم ہے اور صفات کے مرتبہ سے فوق ہے اور مراتب ذات میں ایک مرتبہ ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات شریف دفتر اول جلد اول صفحہ نمبر ۲۷۸ مقصد

دوم کی تمہید میں فرماتے ہیں۔

فیضے کہ از ذات تعالیٰ و تقدس می رسد
دو نوع است۔ نوعی اوّل کہ بایجاد و ابقاء
و تخلیق و ترزیق و احیا و اماتت و امثال
آنہا (یعنی ازالہ بلیات و دفع امراض
و حصول عافیت و صحت وغیرہ) تعلق
دارد۔ و نوع ثانی دیگر بایمان و معرفت
و سائر کمالات مراتب ولایت و
نبوت متعلق است نوع اوّل از فیض
(ہمہ را) بتوسط صفات است و بس
و نوع ثانی بعضی را متوسط صفات
است و بعضی دیگر را متوسط شیونات
(و حصول این نوع فیوضات بتوجہ قطب
ارشاد وابستہ داشتہ اند)

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے جو فیض عالم
کو ملتا ہے۔ دو قسم کا ہے ایک قسم وہ ہے
جو ایجاد، ابقاء، تخلیق، ترزیق، احیاء، اماتت،
ازالہ بلیات دفع امراض اور حصول عافیت و
صحت، وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور
دوسری قسم وہ ہے جو ایمان اور معرفت اور
نبوت و ولایت کے تمام کمالات اور مراتب
کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اوّل الذکر فیض تمام
اشیاء کو صفات خداوندی کے توسط سے
ہے اور ثانی الذکر فیض بعض اشیاء کو صفات
کے توسط سے ہے اور بعض دیگر کو شیونات
کے توسط سے ہے۔ (اور نوع ثانی کے فیوضات
کا وصول قطب ارشاد کی توجہ سے وابستہ ہے۔

صفات، شیونات اور اعتبارات میں فرق

صفات اور شیونات میں بہت باریک فرق پایا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے حوالے سے کی جاتی ہے۔

پہلا فرق

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب شریف دفتر اوّل جلد اوّل صفحہ ۲۷۸ مقصد دوم میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

فرق میان صفات و شیونات بسیار دقیق است لا یظہر الا علی احاد من اولیاء المحمدی المشرب ولم یعلم انہ تکلم بہ احد۔ بالجملہ صفات در خارج موجود اند بوجود زائد بر ذات تعالیٰ و تقدس و شیونات مجرد اعتبارات اند در ذات عز سلطانہ۔

صفات اور شیونات میں فرق کرنا بہت دقیق ہے۔ کہ صرف اولیاء محمدی المشرب پر ظاہر ہوتا ہے اور معلوم نہیں کہ ان بزرگوں کے علاوہ کسی اور نے اس فرق کو پہچان لیا ہو۔ بالجملہ صفات خارج میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ بلا کیف زیادت سے اور شیونات ذات اقدس میں مجرد اعتبارات ہیں۔

اس بات کی تشریح میں مولانا نصر اللہ صاحب مکتوبات جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۴۲۸ میں فرماتے ہیں۔

یعنی اولیائے محمدی المشرب بشہود شیونات مشرف اند بنا بر آن امتیاز صفات و شیونات را کردہ می توانند و دیگران چون مقام شیون نمی رسند لہٰذا از شیونات

یعنی محمدی المشرب اولیائے کرام شیونات کے شہود سے مشرف ہیں اسی بنا پر صفات و شیونات میں تفریق کر سکتے ہیں اور دوسرے اولیائے کرام چونکہ شیونات کے مقام سے

چسپیدانستہ صفات را از شیونات وشیونات را ازصفات تفریق کردہ نمی توانند۔

ناواقف ہیں اس لیے صفات وشیونات کے درمیان امتیاز کرنے سے عاجز ہیں۔

دوسرا فرق

مکتوب مذکورہ میں کچھ آگے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ صفات وشیونات میں دوسرا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

د فرق دیگر میان شیون وصفات آن است کہ مقام شیون موجہ ذی شان است ومقام صفات نہ چنین است۔

شیونات اور صفات کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ مقام شیونات ذی الشان کی جانب متوجہ ہے اور صفات کا مقام اس طرح کا نہیں۔

اس کی تشریح میں شارح مذکور (مولانا نصر اللہ صاحبؒ) جلد بنرا صفحہ ۴۲۹ میں فرماتے ہیں۔

یعنی کسانیکہ بہ شہود صفات رسیدہ اند ہنوز از وصول مرتبہ ذات او تعالیٰ بے نصیب اند وکسانیکہ بہ شہود شیونات رسیدہ اند بہ وصول ذات او تعالیٰ مشرف اند۔ زیرا کہ شیونات منترع از ذات او تعالیٰ بودہ و زائد از ذات او تعالیٰ نمی باشد۔ اما صفات وجود خارجی داشتہ زائد بر ذات او تعالیٰ می باشد ...... ازین وجہ امام فرماید کہ مقام شیون موجہ ذات او تعالیٰ است و مقام صفات نہ

یعنی وہ افراد جو صفات کے شہود تک پہنچ گئے ہیں، ابھی تک مرتبہ ذات تعالیٰ کے وصول سے بے نصیب ہیں اور وہ افراد جو کہ شیونات کے شہود سے مشرف ہیں۔ وہ ذات اقدس کے وصول سے مشرف ہیں کیونکہ شیونات ذات تعالیٰ سے منترع ہیں اور ذات اقدس پر زائد نہیں ہیں اور صفات وجود خارجی رکھتی ہیں اور ذات اقدس پر زیادت بلاکیف سے زائد ہیں ..... اس بنا پر مجدد پاک رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ مقام شیون ذی الشان کی جانب متوجہ ہے اور صفات

چنین است۔ | کا مقام اس طرح نہیں ہے۔

کچھ آگے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح رقمطراز ہے۔

چہ شیون عین ذات اند۔ اعتبار زیادتی | کیونکہ شیونات عین ذات ہیں۔ اس میں
در ایشان از منزعات عقل است (نہ | زیادتی کا اعتبار صرف عقل کی منتزعات میں
از امور خارجیہ واقعیہ) | سے ہے۔ نہ کہ امور خارجیہ واقعیہ سے)

اس کی تشریح میں شارح مکتوبات جلد نمبر ا صفحہ ۴۳۱ پر اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

یعنی مبدا رفیض کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم | یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کمالاتی
شان بودہ وشان وجود خارجی زائد ندارد | کا مبدا شان ہے اور شان وجود خارجی زائد
بلکہ مبدا فیض کمالاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم | نہیں رکھتا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض
خود ذات او تعالیٰ است۔ | کمالاتی کا مبدا ذات باری تعالیٰ ہے۔

تیسرا فرق

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اسی مکتوب میں کچھ آگے فرماتے ہیں۔

غایت ما فی الباب حجب صفات خارجی | بالجملہ صفات کے حجابات خارجی ہیں اور
است وحجب شیون علمی۔ فالحجاب العلمی | شیونات کے حجابات علمی ہیں اور بعض معارف
یمکن ارتفاعہ من البین بحصول بعض | کے حصول کی بنا پر حجاب علمی کی ارتفاع ممکن
المعارف بخلاف الخارجی فانہ لایمکن | ہے اور حجاب خارجی کا زوال ممکن نہیں
زوالہ۔ | ہے۔

اسی طرح کچھ آگے مذکورہ مسئلہ کے متعلق رقمطراز ہیں۔

والیضا عروج محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چون | نیز عروج محمدی صلی اللہ علیہ وسلم شیونات کی جانب
بجانب شیون است وشیون را بعالم | ہے اور شیونات کی عالم کے ساتھ کوئی بھی
ہیچ مناسبتی نیست چہ عالم ظل صفات | مناسبت نہیں ہے کیونکہ عالم صفات کا ظل ہے

است نہ ظل شیون ۔ | شیونات کا ظل نہیں ہے۔

پس عالم میں احیاء، اماتت، تخلیق اور ترزیق وغیرہ بھی صفات کے توسط سے ہیں اور شیونات کے توسط سے نوع ثانی کے فیوضات ہیں جو کہ ایمان اور معرفت کے متعلق ہیں۔ بکمام۔ پس شیونات جو کہ مراتب ذات میں سے ہیں۔ عالم کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے کیونکہ ذات خداوندی عالم سے مستغنی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

فان اللہ غنی عن العالمین ۔ (سورہ آل عمران آیت ۹۷)

ترجمہ: (بے شک اللہ تعالیٰ سب جہانوں سے مستغنی ہے)۔

اسی طرح مولانا نصر اللہ صاحب شرح مکتوبات صفحہ نمبر ۲۳۲ جلد نمبر ا پہ تحریر فرماتے ہیں؛

یعنی درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ جلالہ شان است و شان وجود خارجی ندارد۔ لھذا حاجز درمیان او و درا و تعالیٰ نیست ۔

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے درمیان شان ہے اور شان وجود خارجی نہیں رکھتی۔ اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل نہیں ہے۔

مزید کچھ آگے رقمطراز ہیں ؛

درمیان وجود مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و او تعالیٰ صفات حائل بودہ و در بین شہود و کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیلولیت صفات وجود ندارد۔ زیرا کہ وصول فیض وجودی آنحضرت

اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے درمیان صفات حائل ہیں اور کمالات کے درمیان صفات کی حیلولیت وجود نہیں رکھتی۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض وجودی کا وصول صفات سے ہے

صلی اللہ علیہ وسلم صفات بودہ وصفات وارائے وجود خارجی اند۔ لہذا در بین وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحق سبحانہٗ صفات حائل گردیدہ اند، اما مبدا فیض کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شان است وشان وجود خارجی ندارد، بلکہ یک امر انتزاعی است بنا برآن در فیض کمالاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ حائلی موجود نیست (پس معلوم شد کہ شان از مراتب ذات او تعالیٰ وتقدس است)

اور صفات خارجی وجود رکھتی ہیں۔ اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صفات حائل ہیں مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کمالاتی کا مبدا شان ہے۔ اور شان وجود خارجی نہیں رکھتی۔ بلکہ ایک امر انتزاعی ہے اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کمالاتی میں کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہے۔ (پس معلوم ہوا کہ شان مراتب ذات باری تعالیٰ میں سے ایک مرتبہ ہے)۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کچھ آگے فرماتے ہیں:

چون مبدا فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شان بودہ وشان یک امر انتزاعی علمی و عقلی است و وجود علمی در بین دو وجود خارجی (یعنی واجب الوجود و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)، حائل شدہ نمی تواند۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبدا فیض کمالاتی شان اقدس ہے اور شان ایک امر انتزاعی علمی اور عقلی ہے او وجود خارجی زائدہ نہیں رکھتا پس حائل نہیں ہو سکتا، کیونکہ دو وجود خارجی کے درمیان ایک موجود علمی حائل نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح شارح مذکور جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۴۴۳ پر تحریر کرتے ہیں۔

یعنی سیر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم المشرب ان تا بہ شان وظلال شان می باشد واگر محمدی المشرب نباشد سیر او تا بہ قابلیت صفات یا

یعنی محمدی المشرب اولیاء کی سیر شان اور ظلال شان تک ہے اور اگر محمدی المشرب نہ ہو تو اس کی سیر قابلیت صفات یا عین صفات

خود صفات است. خلاصہ اینکہ محمدیٔ المشربان بہ شیون می رسند. چون شیون وجود خارجی نداشتہ یک امر انتزاعی است لہذا بہ عین ذات مقدس می رسند و سیر دیگران (ای غیر محمدی المشربان) منحصر بہ صفات بودہ و بالاتر ازان نمی رسند "تنبیہ" موجود خارجی اصلی ذات تعالیٰ وصفات او تعالیٰ است وموجود خارجی ظلی عبارت از ممکنات است۔ نیز ثابت شد کہ چون رسیدن بہ شیون رسیدن بہ ذات مقدس است لہذا شیون از مراتب ذات است بخلاف صفات کما مر۔

تک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محمدیٔ المشرب اولیاء شیونات تک سیر روحی کے ذریعے پہنچتے ہیں اور چونکہ شیونات کا وجود خارجی نہیں ہے بلکہ ایک انتزاعی امر ہے۔ پس شیونات تک پہنچنا عین ذات اقدس تک پہنچنا ہے اور دیگر اولیائے کرام کی سیر روحی صفات پر منحصر ہے اور اس سے فوق ان کی سیر نہیں ہے۔ (لہذا ذات اقدس کے وصول سے بے نصیب ہیں) "تنبیہ" موجود خارجی اصلی ذات واجب اور صفات واجب ہیں اور موجود خارجی ظلی ممکنات سے عبارت ہے۔ نیز چونکہ شیونات تک پہنچنا ذات اقدس تک پہنچنا ہے لہذا شیونات مراتب ذات میں سے ہیں بخلاف صفات کے جیسا کہ واضح ہوا۔

اسی طرح شارح مذکور جلد ا صفحہ نمبر ۴۳۴ پر رقمطراز ہیں:

وکسانیکہ بہ شیونات رسیدہ بہ عدم رجوع صفات بشری قائل اند وکسانیکہ بہ صفات رسیدہ اند بہ رجوع صفات بشری قائل اند۔ حقیقت آنست کہ اگر عارف

وہ افراد جو کہ شیونات کے وصول سے مشرف ہیں وہ صفات بشریہ رذیلہ کی عدم رجوع کے قائل ہیں۔ اور وہ اولیائے کرام جو صفات کے وصول سے مشرف ہیں وہ صفات رذیلہ بشریہ کے رجوع کے

محمدیؐ المشرب باشد بہ شیونات می رسد از رجوع صفات بشریت محفوظ است و در غیر آن محفوظ نیست ۔	قائل ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر عارف محمدیؐ المشرب شیونات تک واصل ہو جائے (جو کہ عین ذات تک وصول ہے)، تو صفات بشریہ کے رجوع سے محفوظ ہے اور وصول شیونات کے بغیر محفوظ نہیں ہے ۔

یعنی وصول شیونات کے بغیر صفات بشریہ کے رجوع کا امکان موجود ہے۔
اوّل الذکر مرتبہ رسوخ کا ہے اور ثانی الذکر ولایات ثلاثہ کے مقامات ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے واضح ہوا کہ شان خداوندی مراتب ذات میں سے ایک مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور قدیم ہے شیونات کا مرتبہ صفات کے مرتبہ سے فوق ہے جس کا فیض نوع ثانی میں سے ہے اور کمالات و مراتب ولایت و نبوت کے ساتھ متعلق ہے اور خلق اور ایجاد اشیاء سے متعلق نہیں ہے کیونکہ ایجاد، ابقاء، ترزیق احیاء اور اماتت وغیرہ کے لیے فیض صفات کے توسط سے ہے اور مراتب ذات اور ذات قدیم کی عالم کے ساتھ مناسبت نہیں بلکہ عالم، صفات کے ظل میں سے ہے، نہ کہ شیون کے ظل میں سے، کسب (ہونا ادا کرنا) تو صفت حادثہ قائم بالحادث ہے۔ نہ یہ صفات واجبی سے متعلق ہے نہ شیونات واجبی سے اور نہ ذات واجبی سے بلکہ کسب کو ذات و صفات کی صفت ٹھہرانا کفر صریح ہے جیسا کہ تمام فقہاء کرام نے وضاحت کی ہے،

شیونات اور اعتبارات میں فرق

مولانا نعم اللہ رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات مجددیہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں :

شیونات وجود خارجی زائد بر ذات ندارد و عبارت از عبارات ذات او تعالی می باشد بخلاف صفات کہ وجود خارجی زائد دارند۔

شیونات ذات اقدس پر زائد وجود خارجی نہیں رکھتے اور ذات باری تعالی کے اعتبارات سے عبارت ہیں بخلاف صفات کے کہ وہ وجود خارجی زائد رکھتی ہیں۔

دوسرے مقام پر بیان فرمایا ہے کہ شیونات اور اعتبارات میں بھی فرق مراتب ہے کہ شیونات صفات کے قرب میں ہیں اور اعتبارات بین الذات والشیون کے ہیں۔ (مزید وضاحت کے لیے مکتوبات شریف کے مکتوب نمبر ۲۶ اور ۲۸۷ دفتر اول کی طرف رجوع کیجئے)۔

اسمائے مشترکہ کی اہمیت

بندوں کے اوصاف کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف نہیں ہو سکتے اور جہاں کہیں اسمار مشترکہ ہیں وہاں صرف اشتراک لفظی موجود ہے اور اشتراک معنوی منتفی ہے۔ اگرچہ یراد فی حق العباد غیر ما یراد فی حق اللہ
جو ارادہ کرتا ہے بندوں کے حق میں اور نہیں ارادہ کرتا اللہ کے حق میں۔
اس قاعدہ میں ہے مگر پھر بھی بندوں کی صفات حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں مشترک لفظی کا صدق اپنے افراد موضوع لہٗ پر حقیقت میں ہوتا ہے مجازاً نہیں مگر یہ صدق تبادلاً لوجود القرینہ ہوگا نہ کہ مجناً۔ جیسا کہ بعض جہلا کا خیال ہے ان یفعل اللہ مجازی معنوں میں یخلق اللہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ فاعل اسمائے مشترکہ میں سے ہوتا ہے جیسے رؤف، رحیم، سمیع، بصیر، علیم اور عظیم وغیرہ بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مشترکہ اسمار ہیں لیکن یراد فی حق العباد غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ۔ پس بندہ بھی فعل حادث، اختیاری، مکانی اور چونی کے ساتھ فاعل ہے جو کہ حقیقت میں کسب ہے اور اللہ تعالیٰ بھی فعل قدیم، ازلی، ابدی، لامکانی اور بے چونی کے ساتھ فاعل ہے جو کہ در حقیقت خالقیت ہے پس یہ اسمی اشتراک لفظی ہے معنوی نہیں ایک سے مراد کاسب علی الحقیقۃ ہے اور دوسرے سے مراد خالق علی الحقیقۃ ہے۔

سورہ بروج آیت ۱۶ فعال لما یرید (ترجمہ: وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے) میں فعال، یعنی فاعلیت خداوندی میں جو کہ صفات فعلیہ میں مبالغہ ہے اور پھر فعال بمعنی خلاق بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ ہوں یا ذاتیہ، قدیم ہیں

اور اللہ تعالیٰ کا فعل بھی صفت خداوندی میں قدیم ہے جیساکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والفعل صفـة لـه تعالیٰ فی الازل (شرح فقہ اکبر) فعل ازل میں صفت خداوندی ہے۔" پس یہاں فعل سے کسب اور کرنے کا معنی لینا غلط ہے کیونکہ کسب حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے صفت بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہاں فعل کے معنی" خلق وایجاد" اور" پیدا کرنے" کے ہیں۔ کیونکہ متکلمین اہل سنت فرماتے ہیں۔ کہ" فعل "،" کون" اور" صنع" وغیرہ کے الفاظ جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں تو خلق ایجاد کے معنی پر ہوتے ہیں گویا لفظ" فعل" کسب اور خلق کے درمیان مشترک لفظ ہے کہ جب بندہ کی طرف منسوب ہو تو کسب کے معنی پر ہوتا ہے۔

جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جزاء بما کانوا یفعلون (سورہ واقعہ آیت ۲۴)

ترجمہ: "بدلہ بسبب ان کے افعال کے ہوگا۔"

افعال یعنی اکتساب۔ پس فعل عباد کسب عباد ہے۔ اور جب" فعل" واجب الوجود کی طرف منسوب ہو جائے تو خلق وایجاد کے معنی دیتا ہے جیساکہ ارشاد ہے: فعّال لما یرید۔ اس میں فعال مبالغہ ہے۔ فاعل میں یعنی خلاق ہے۔ اپنی مراد کا۔

لایسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ (سورہ انبیاء آیت ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے نہیں پوچھا جا سکتا کہ کیوں پیدا فرمایا بلکہ (بندوں سے ان کے افعال کے بارے میں) پوچھا جائیگا۔

اسی آیت میں اشارہ ہے قاعدہ مسلمہ اہلسنت کا اور وہ یہ کہ خلق قبیح، قبیح نہیں جبکہ کسب قبیح، قبیح ہے اور یہ کلام ہمدانیت و وحدانیت حق پر دلیل ہے کہ وہ ذات سب سے عالی ہے اور مخلوق اس پاک ذات کی محکوم ہے۔

خلق وکسب کے بارے میں مزید وضاحت

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں درج ذیل عبارت خلق وکسب کی وضاحت کرتی ہے اور اہل سنت وجماعت کا عقیدہ بھی اسی کے مطابق ہے۔

فلما كانت مسئلة القضاء والقدر قد كثر فيه الحيرت والضلال وغلب على اكثر ناظريها باطل الوهم والخيال حتى قال بعضهم بمحض الجبر فيما يصدر من العبد بالاختيار ونفى بعضهم نسبة الى الواحد القهار واخذ طائفة فى طرق الاقتصاد فى الاعتقاد الذى هو الصراط المستقيم والمنهج القويم ولقد وفق بهذ الطريق الفرقته الناجيه الذين هم اهل السنه و الجماعة وعن اسلافهم و اخلافهم فتركوا الافراط و التفريط واختاروا الوسط والبين روى عن ابى حنيفه انه سال جعفر بن محمد الصادق

اس کے بعد واضح ہوا کہ مسئلہ قضا وقدر میں اکثر لوگ حیران اور گمراہ ہو رہے ہیں اور اکثر دیکھنے والوں پر اس قسم کا باطل وہم وخیال غالب ہے کہ ان میں بعض کہتے ہیں کہ جو کچھ بندہ سے اپنے اختیار کے ساتھ فعل صادر ہوتا ہے اس میں جبر کے قائل ہیں اور بعض بندے کے فعل کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہی نہیں کرتے گویا ان دونوں گروہوں نے اعتدال اور میانہ روی کو چھوڑ کر افراط و تفریط کو اختیار کیا ہے اور بعض نے اعتقاد میں اعتدال کا طریق اختیار کیا ہے جس کو صراطِ مستقیم یا راہِ راست کہا جا سکتا ہے اور اس صراطِ مستقیم کی توفیق حق تعالیٰ نے فرقہ ناجیہ کو عطا فرمائی ہے جسے اہل سنت والجماعت اور اُن کے اسلاف اور اُن کے اخلاف

فقال یا ابن رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ھل فرض اللہ
تعالیٰ اجل من ان یفوض
الربوبیہ الی العباد؟ فقال
لہ ھل یجبرھم علی ذلک
فقال اللہ تعالیٰ اعدل من ان
یجبرھم علی ذلک ثم
یعذبھم فقال کیف
ذلک البین لا جبر و
لا تفویض ولا کرہ ولا
تسلیط لھذا قال اھل
اھل السنۃ ان الافعال
اختیاریۃ للعباد مقدورۃ
اللہ تعالیٰ من حیث الخلق
والایجاد ومقدورۃ العباد
علی وجہ اخر من التعلق یعبر
عنہ بالاکتساب فحرکۃ العبد
باعتبار نسبتھا الی قدرۃ
تعالیٰ یسمی خلقا و باعتبار
نسبتھا الی قدرۃ العبد اکسابا
غیر ان الاشعری منھم ذھب

کو کہا جاتا ہے ان لوگوں نے افراط و تفریط
کو چھوڑ کر اس کے وسط اور میانہ روی کو
اختیار کیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ
سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت
جعفر بن محمد صادق رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ اے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! کیا اللہ
تعالیٰ نے ربوبیت کا امر اپنے بندوں کے
سپرد کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ
اس امر سے برتر ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے
بندوں کے سپرد کرے۔ پھر عرض کیا کہ کیا
ان پر جبر کرتا ہے؟ تو فرمایا کہ یہ بات بھی
اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ پہلے کسی
بات پر مجبور کرے اور پھر اس پر عذاب
دے۔ پھر عرض کیا یہ بات کس طرح کی ہے؟
فرمایا کہ اس کے بین بین ہے یعنی نہ جبر کرتا
کرتا ہے اور نہ سپرد کرتا ہے اور نہ اکراہ ہے
اور نہ تسلیط۔ اسی لیے علماء اہلسنت
فرماتے ہیں کہ بندوں کے اختیاری فعل خلق و
ایجاد کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی
طرف منسوب ہیں اور کسب و اکتساب کی کوشش
کے تعلق کے باعث بندوں کی قدرت کی

الی ان لامدخل الاختیار العباد
فی افعالهم اصلا الا انه سبحانه
اوجد الافعال عقیب اختیارهم
بطریق جری العادة اذلا
تاثیر للقدرة الحادثة
عنده ۔ و هذا المذهب
مائل الی الجبر و
لهذا الیسمی بالجبر
المتوسط وقال الاستاذ
ابواسحاق الاسفرائینی
بتاثیر القدرة الحادثه
فی اصل الفعل وحصول الفعل
بمجموع القدرتین وقد
جوز اجتماع المؤثرین
علی اثر واحد بجهتین المختلفتین
وقال القاضی ابوبکر الباقلانی
بتاثیر القدرة الحادثة فی
وصف الفعل بان یجعل الفعل
موصوفا بمثل کونه طاعة و
معصیة والمختار عند العبد
الضعیف تاثیر القدرة الحادثة

طرف منسوب ہیں۔ بندوں کی حرکت کو حق تعالیٰ
کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار
سے کسب کہتے ہیں۔ برخلاف اشعری کے
کہ اس کا خیال اس طرف گیا ہے کہ
بندوں کا اپنے افعال میں ہرگز کچھ اختیار
نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بطریق جری العادت
بندوں کے اختیار کے بعد افعال کو ایجاد کیا
ہے۔ کیونکہ وہ قدرت حادثہ کے لیے کوئی تاثیر
نہیں جانتا۔ یہ مذہب بھی جبر کی طرف راجع
ہے۔ اسی لیے اس کو جبر المتوسط کہتے ہیں۔
استاذ ابواسحاق اسفرائینی اصل فعل میں قدرت
حادثہ کی تاثیر کا اور دونوں قدرتوں کے مجموعہ
سے فعل کے حاصل ہونے کا قائل ہے اور
اس نے اثر واحد پر دو مختلف جہتوں کے لحاظ
سے دو مؤثروں کا جمع ہونا جائز قرار دیا ہے۔
قاضی ابوبکر باقلانی وصف فعل میں قدرت
حادثہ کی تاثیر کا قائل ہے اس طرح کہ اس
فعل کو طاعت یا معصیت کے ساتھ موصوف
کیا جائے اس خاکسار بندہ ضعیف کے
نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل فعل اور وصف
فعل دونوں میں قدرت حادثہ کی تاثیر ہے

فی اصل الفعل وفی وصفہ معاً
اذ لا معنی للتاثیر فی الوصف
بدون التاثیر فی الاصل اذا الوصف
اثرہ المتفرع علیہ لکنہ محتاج
الی تاثیر زائد علی تاثیر اصل
الفعل اذ وجود الوصف زائد
علی وجود الاصل ولا محذور فی
القول بالتاثیر وان کبر ذلک
علی الاشعری اذ التاثیر فی القدرۃ
ایضاً بایجاد اللہ سبحانہ کما
ان نفس القدرۃ بایجاد تعالی ایضا واقول
بتاثیر القدرۃ ھو الاقرب الی الصواب
ومذھب الاشعری داخل فی دائرہ
الجبر فی الحقیقت اذ لا اختیار عندہ
حقیقۃ ولا تاثیر للقدرۃ الحادثۃ
اصلا عندہ الا ان الفعل الاختیاری
عند الجبریہ لاینسب الی الفاعل
حقیقۃ بل مجازا وعند الاشعری
ینسب الی الفاعل حقیقۃ وان
لم یکن الاختیار ثابتا لہ حقیقۃ
لان الفعل ینسب الی قدرۃ العبد

کیونکہ اصل کی تاثیر کے بغیر وصف کی تاثیر
کے کچھ معنی نہیں ہیں کیونکہ وصف اس کا اثر
ہے جو اسی پر متفرع ہے (یعنی اسی سے نکلا
ہوا ہے) لیکن وہ اصل فعل کی تاثیر پر زائد
تاثیر کا محتاج ہے کیونکہ وصف کا وجود
اصل کے وجود پر زائد ہے اور قدرت
حادثہ یعنی بندہ کی قدرت کی تاثیر کے قائل
ہونے میں کوئی محذور یعنی ڈر نہیں ہے اور
یہ بات اشعری کو ناگوار ہے کیونکہ قدرت
حادثہ میں وصف تاثیر کا ہونا بھی حق تعالیٰ
کی ایجاد ہے اور قدرت حادثہ کی تاثیر کا
قائل ہونا ہی ثواب اور بہتری کے قریب
ہے اور اشعری کا مذہب درحقیقت دائرہ
جبر میں داخل ہے کیونکہ اس کے نزدیک بندہ
کا ہرگز اختیار نہیں اور نہ ہی قدرت حادثہ
کی کوئی تاثیر ہے سوائے اس کے کہ فعل
اختیاری جبریہ کے نزدیک فاعل کی طرف
حقیقی طور پر منسوب نہیں کیا جاتا بلکہ مجازی طور
پر اور اشعری کے نزدیک حقیقی طور پر فاعل
کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے
لیے حقیقی طور پر اختیار ثابت نہیں ہے جبکہ

حقيقة سواء كانت القدرة مؤثرة	فعل حقیقی طور پر بندہ کی قدرت کی طرف منسوب
ولو فی الجملہ کما ھو مذھب	کیا جاتا ہے۔ خواہ قدرت مجمل طور پر مؤثر ہو،
غیر الاشعری من اھل السنۃ	جیسا کہ اشعری کے سوا اہل سنت والجماعت
او مدارا محضا کما ھو مذھبہ	کا مذہب ہے اور اسی فرق سے اہل حق
وبھذا الفرق یتمیز مذھب	کا مذہب اہل باطل کے مذہب سے
اھل الحق عن مذھب اھل	جدا ہو جاتا ہے۔ فاعل سے فعل کا حقیقی طور
الباطل ونفی الفعل عن الفاعل	پر نفی کرنا اور مجازی طور پر اس کے لیے
حقیقۃ واثباتہ لہ مجازا کما	ثابت کرنا جیسا کہ جبریہ کا مذہب ہے محض
ھو مذھب الجبریۃ کفر محض	کفر ہے اور ضرورت سے انکار ہے۔ صاحب
وانکار عن الضروریۃ۔ قال صاحب التمھید	تمہید نے کہا ہے کہ بندہ سے فعل کا صادر
ومن الجبریۃ من قال بان الفعل من	ہونا ظاہری اور مجازی طور پر ہے۔ لیکن
العبد ظاھرا ومجازا اما فی الحقیقۃ لا	حقیقت میں اس کے لیے کوئی استطاعت
استطاعۃ لنا والعبد کالشجر اذا حرکتھا	طاقت حاصل نہیں جیسا کہ درخت جو ہوا
الریح تحرکت فکذلک العبد	کے چلنے سے ہلتا ہے اسی طرح بندہ بھی
مجبورا کالشجر وھذا کفر۔	درخت کی طرح مجبور ہے۔ یہ بات کفر ہے اور
ومن اعتقد ھذا یصیر کافرا وقال	جس شخص کا یہ عقیدہ ہو وہ کافر ہے نیز اس
ایضا فی مذھب الجبریہ قولھم ان	نے فرمایا کہ مذہب جبریہ میں بعض اس بات
لیس للعباد افعال علی الحقیقۃ لا فی	کے قائل ہیں کہ افعال خواہ شر ہوں یا خیر حقیقی
الخیر ولا فی الشر وما یفعلہ العبد۔	طور پر بندوں کے نہیں ہیں۔ بندے جو کچھ
فالفاعل ھو اللہ سبحانہ وھذا کفر وقال	کرتے ہیں ان کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ
ایضا قال وھولاء المرجبۃ الملعونون	بھی کفر ہے۔ یہ جبریہ ملعون وہ لوگ ہیں۔ جو

الذین یقولون بان المعصیة لا	کہتے ہیں کہ معصیت مضر نہیں دیتی اور عاصی کو
یضر والعاصی لایعاقب روی عن	عذاب نہ دیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال	سے روایت ہے کہ "مرجئہ پر ستر انبیاء کی زبان
لعنة المرجئة علی لسان سبعین	سے لعنت کی گئی ہے۔" اور ان کا مذہب
الانبیاء ومذھبھم باطل بالضرورة	باطل ہے اس لیے کہ حرکت بطش اور حرکت
للفرق الظاھر بین الحرکت البطش	ارتعاش میں فرق ظاہر ہے اور سب کو معلوم
وحرکت الارتعاش ولنعلم قطعا ان	ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ حرکت اول اس
الاول باختیارہ ودون الثانی والنصوص	کے اختیار سے ہے اور دوسری نہیں۔ اور
القطعیة تنفی ھذا المذھب ایضا	نصوص قطعیہ اس مذہب کی نفی کرتی ہیں۔ اللہ
لقولہ تعالیٰ "جزاء بما کانوا یعملون"	تعالیٰ فرماتا ہے: "اس کی جزا ہے جو وہ عمل ک
وقولہ سبحانہ "فمن شاء فلیؤ	کرتے تھے۔" اور یہ بھی اس کا فرمان ہے "
من ومن شاء فلیکفر"	چاہے مومن بن جائے اور جو چاہے کا
الی غیر ذلک	بن جائے۔

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ بندہ حقیقتاً فاعل اور کاسب ہے
نہ کہ مجازاً۔

اس کے علاوہ بھی علمائے اہل سنت والجماعت کے اقوال اور فضلائے عظام
کی عبارتیں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال کا کاسب ٹھہرانا اور بندہ کو مجبور محض جاننا
کفر اور باطل ہے۔

قرآن مجید نے بھی کئی جگہ بندہ کو کاسب ٹھہرایا ہے۔ اس لحاظ سے بندہ کے
اختیاری افعال اور کسب واکتساب سے مطلقاً انکار کرنا بالفاظ دیگر قرآن کریم سے انکار
کرنا ہے۔

اب قرآن پاک کی ان آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے جن میں بندہ کے کاسب ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

نمبر شمار	آیات	پارہ نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر
۱	وویل لهم مما یکسبون	۱	البقرہ	۷۹
۲	تلك امته قد خلت لها ما کسبت	۱	"	۱۳۴
۳	تلك امة قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم	۱	"	۱۴۱
۴	اولئك لهم نصیب مما کسبو	۲	"	۲۰۲
۵	ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم	۲	"	۲۲۵
۶	لایقدرون علی شئ مما کسبو	۳	"	۲۶۴
۷	یایها الذین آمنوا انفقوامن طیبت ما کسبتم	۳	"	۲۶۷
۸	ثم توفی کل نفس ما کسبت	۳	"	۲۸۱
۹	لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت	۳	"	۲۸۶
۱۰	ووفیت کل نفس ما کسبت	۳	آل عمران	۲۵
۱۱	ثم توفی کل نفس ما کسبت	۴	"	۱۶۱
۱۲	للرجال نصیب مما اکتسبو وللنساء نصیب مما اکتسبن	۵	النساء	۳۲
۱۳	واللہ ارکسھم بما کسبوا	۵	"	۸۸
۱۴	ومن یکسب اثما فانما یکسبہ علی نفسہ	۵	"	۱۱۱
۱۵	ومن یکسب خطیئة اواثما	۵	"	۱۱۲

نمبر شمار	آیات	پارہ نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر
۱۶	فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا	۶	المائدہ	۳۸
۱۷	ویعلم ما تکسبون	۷	الانعام	۳
۱۸	اولئک الذین ابسلوا بما کسبوا	۷	"	۷۰
۱۹	ان الذین یکسبون الاثم	۸	"	۱۲۰
۲۰	وکذلک نولی بعض الظلمین بعضا بما کانوا یکسبون	۸	"	۱۲۹
۲۱	اوکسبت فی ایمانھا خیرا	۸	"	۱۵۸
۲۲	ولا تکسب کل نفس الا علیھا	۸	"	۱۶۴
۲۳	فذوقوا العذاب بما کنتم تکسبون	۸	الاعراف	۳۹
۲۴	فاخذنھم بما کانو یکسبون	۹	"	۹۶
۲۵	جزاء بما کانوا یکسبون	۱۰	التوبہ	۸۲
۲۶	اولئک ماوھم النار بما کانوا یکسبون	۱۱	یونس	۸
۲۷	والذین کسبوا السیات جزاء سیئۃ بمثلھا	۱۱	"	۲۷
۲۸	ھل تجزون الا بما کنتم تکسبون	۱۱	"	۵۲
۲۹	یعلم ما تکسب کل نفس	۱۳	الرعد	۴۲
۳۰	فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون	۱۴	الحجر	۸۴
۳۱	لکل امری منھم ما اکتسب من الاثم	۱۸	النور	۱۱
۳۲	وما تدری نفس ماذا تکسب غدا	۲۱	لقمن	۳۴
۳۳	والذین یوذون المومنین والمومنت بغیر ما اکتسبو	۲۲	الاحزاب	۵۸

نمبر شمار	آیات	پارہ نمبر	نام سورۃ	آیت نمبر
۳۴	ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا	۲۲	فاطر	۴۵
۳۵	وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون	۲۳	یسین	۶۵
۳۶	وقیل للظلمین ذوقوا ما کنتم تکسبون	۲۳	الزمر	۲۴
۳۷	وبدالھم سیات ما کسبوا	۲۴	"	۴۸
۳۸	فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون	۲۴	"	۵۰
۳۹	فاصابھم سیات ما کسبوا	۲۴	"	۵۱
۴۰	الیوم تجزی کل نفس بما کسبت	۲۴	المومن	۱۷
۴۱	فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون	۲۴	"	۸۲
۴۲	فاخذتھم صعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون	۲۴	حم السجدہ	۱۷
۴۳	فبما کسبت ایدیکم	۲۵	الشوریٰ	۳۰
۴۴	اویوبقھن بما کسبوا	۲۵	"	۳۴
۴۵	ولا یغنی عنھم ما کسبوا	۲۵	الجاثیہ	۱۰
۴۶	لیجزی قوما بما کانوا یکسبون	۲۵	"	۱۴
۴۷	ولتجزی کل نفس بما کسبت	۲۵	"	۲۲
۴۸	کل امری بما کسب رھین	۲۷	الطور	۲۱
۴۹	کل نفس بما کسبت رھینۃ	۲۹	المدثر	۳۸
۵۰	کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون	۳۰	التطفیف	۱۴
۵۱	ما اغنی عنہ مالہ وما کسب	۳۰	اللھب	۲

درج ذیل آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کی وضاحت کی گئی ہے۔

نمبر	آیت	پارہ	سورۃ	آیت نمبر
۱	ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا	۱	البقرہ	۲۹
۲	ان فی خلق السموٰت والارض	۲	"	۱۶۴
۳	وللہ ملک السموت والارض وما بینھما یخلق ما یشاء	۶	المائدہ	۱۷
۴	الحمد للہ الذی خلق السموت والارض	۷	الانعام	۱
۵	وخلق کل شیٔ وھو بکل شیٔ علیم	۷	"	۱۰۱
۶	ان ربک ھوالخالق العلیم	۱۴	الحجر	۸۶
۷	اولیس الذی خلق السموٰت والارض بقدر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلّٰق العلیم	۲۳	یٰسین	۸۱
۸	اللہ خالق کل شیٔ	۲۴	الزمر	۶۲
۹	ومن آیۃ خلق السموت والارض	۲۵	الشوریٰ	۲۹
۱۰	ولقد خلقنا الانسان	۲۶	ق	۱۶
۱۱	خلق الانسان	۲۷	الرحمٰن	۳
۱۲	ھو اللہ الخالق الباریٔ المصوّر	۲۸	الحشر	۲۴
۱۳	الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموٰت طباقا	۲۹	نوح	۱۵
۱۴	لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم	۳۰	التین	۴

اس طرح یہ معاملہ بالکل عیاں ہو گیا کہ کسب (کرنا۔ ہونا) صفت حادثہ جو بندہ کی صفت ہے اور اشیاء کا پیدا کرنے والا یعنی "خالق" اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بندہ سے کسب کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ کو کسب منسوب کرنا باطل ہے اور یہ جبریہ کا مذہب

ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ چونکہ اس مذہب جبریہ میں ضروریات دین سے انکار موجود ہے لہٰذا آیات مبارکہ، احادیث نبویہ، اقوال مفسرین و محدثین و فقہا اور متکلمین اس باطل مذہب (جبریہ) کی نفی کرتے ہیں۔

تقدیر اور خلق اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جبکہ کسب اور فعل حادثہ بندے کے لیے ہیں۔ اس بات کی وضاحت کے لیے ملا علی قاری صاحب اپنی کتاب شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴۲ جلد ۲ پر یوں تحریر کرتے ہیں۔

واعلم ان للاعمال اربع مراتب منها مرتبان لله تعالیٰ ولیس للعبد فیهما مدخل وهما التقدیر والخلق ومنها مرتبان للعبد هما الکسب والفعل فان الله تعالیٰ منزه عن الکسب وفعل السیئة ونهما یتعلقان بالعبد ولکن العبد وکسبه مخلوق خلق الله تعالیٰ کما قال" والله خلقکم وما تعملون؟	اور جان لو کہ اعمال کے چار مراتب ہیں ان میں سے دو مرتبے خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بندے کا ان میں کوئی دخل نہیں اور وہ دو مرتبے تقدیر اور خلق اشیاء ہیں اور باقی دو مرتبے خاص بندہ کے لیے ہیں کہ وہ کسب اور فعل حادثہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسب اور برے افعال (بلکہ تمام حادث افعال) سے منزہ ہے پس کسب اور برے افعال، حادث افعال، بندہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، لیکن بندہ اور بندہ کے افعال اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے"
(سورہ صفت آیت ۹۶)	
فهذا تحقیق قوله (قل کل من عند الله) ای خلقا و تقدیرا لاکسبا و فعلا نانهم واعتقد نا نه	پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور خلق سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کسب اور فعل سے نہیں (کیونکہ

عقیدۂ جبر کی وضاحت اور تردید

عقیدۂ جبر کی تردید کے بارے میں قرآنی آیات کا حوالہ گذشتہ صفحات پر دیا جا چکا ہے، اور اب احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف جلد نمبر۱ باب الایمان بالقدر صفحہ ۲۳ پر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل ہے۔

عن ابن عباس صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجئۃ والقدریۃ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا میری اُمت میں سے دو فرقوں کا اسلام میں حصہ نہیں ایک مرجئہ (جبریہ) اور دوسرا قدریہ۔

یہی حدیث ترمذی شریف جلد نمبر۲ صفحہ ۳۷ میں بھی موجود ہے نیز تفسیر مظہری جلد نمبر۳ صفحہ نمبر ۳۱۶ پر بھی مذکورہ بالا روایت موجود ہے۔

جبریہ کی تردید کے بارے میں اب محدثین اور مفسرین کرام کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ حدیث مذکورہ بالا کی شرح میں ملا علی قاری صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ شریف جلد نمبر۱ صفحہ ۱۷۷ پر رقمطراز ہیں۔

یقولون الافعال کلھا بتقدیر اللہ تعالٰی ولیس العباد فیھا اختیار وانہ لا یضر مع الایمان معصیۃ کما لا ینفع مع الکفر طاعۃ کذا قالہ ابن الملک وقال الطیبی قیل ھم الذین یقولون الایمان قول بلا عمل فیؤخرون العمل عن القول وھذا غلط

وہ کہتے ہیں کہ تمام افعال اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں اور بندہ کا اس میں کوئی اختیار نہیں اور ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کوئی ضرر نہیں جیسا کہ کفر کی موجودگی میں اطاعت فائدہ مند نہیں۔ ایسے ہی ابن الملک نے کہا اور طیبی فرماتے ہیں کہ انکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان بغیر عمل کے قول کا نام ہے اسی لیے عمل کو قول سے مؤخر

بل الحق ان المرجئة هم الجبرية القائلون بان اضافة الفعل الی العبد کاضافة الی الجمادات۔

کرتے ہیں اور یہ محض غلط ہے بلکہ حق یہ ہے کہ مرجئہ ہی جبریہ ہیں جو کہ اس بات کے قائل ہیں کہ فعل کی بندہ کی طرف نسبت ایسے ہے جیسا کہ پتھر کی طرف ہو۔

اسی طرح حدیث مذکورہ کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

واکثر برانند کہ مرجئہ نام فرقہ جبریہ است کہ گویند کہ بندہ را فعلی نیست و اورا مدخل و اختیاری دران اصلا۔ ونسبت فعل بوی بمنزلہ نسبت فعل بجمادات است۔

اکثر کا قول یہ ہے کہ مرجئہ جبریہ ہی کا ایک فرقہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندے کا کوئی فعل نہیں اور بندہ کو اس میں کسی قسم کا دخل و اختیار نہیں اس کی طرف فعل کی نسبت جمادات کی طرف افعال کی نسبت کی مانند ہے۔

(اشعۃ اللمعات۔ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۱۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جبریہ والے بندوں سے فعل اور کسب کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حدیث مذکورہ بالا کی رو سے خارج از اسلام اور کافر ہیں کیونکہ یہ فرقہ نصوص قطعیہ اور ضروریات دین کا انکار کرتا ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری جلد ۳ صفحہ ۲۱۵ پر رقمطراز ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستة لعنتهم ولعنهم اللہ وکل نبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ فرقے ایسے ہیں کہ میں بھی ان پر لعنت بھیجتا

مجاب الزائد فی کتاب اللہ والمکذب
بقدر اللہ والمتسلط بالجبروت
لیعز من اذلہ اللہ ویذل من اعزہ
اللہ والمستحل لحرمۃ اللہ و
المستحل من عترتی ما حرم اللہ و
تارک لسنتی۔

(رواہ البیہقی فی المدخل و رزین فی کتابہ)

قلت الزائد فی کتاب
اللہ الروافض یزیدون
فی کتاب اللہ عشرۃ
اجزا فوق ثلثین جز
ویزعمون ان عثمان
اسقطہا من القرآن و
یزعمون ان سورۃ الاحزاب
مثل سورۃ البقرۃ و
المستحل من عترۃ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم
الخوارج والمکذب بقدر
اللہ المعتزلہ وھم مشار
الیہ بھذا الآیۃ والمستحل
لحرمتہ المرجئۃ القائلین

ہوں اور اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے اور
ہر برگزیدہ پیغمبر نے ان پر لعنت بھیجی ہے (۱) اللہ
تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنیوالا (۲) تقدیر
خداوندی کی تکذیب کرنے والا (۳) جبروت پر
تسلط کرنے والا تاکہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے
ذلیل کیا ہے ان کو عزت دے اور جن لوگوں کو
اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے انہیں ذلیل کرے
(۴) اللہ تعالیٰ کی حرمت کو حلال سمجھنے والا (۵) میری
عزت کی بے حرمتی کو حلال سمجھنے والا اور (۶) میری
میری سنت کو ترک کرنے والا۔ میں کہتا ہوں کہ
کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے روافض ہیں
کہ کتاب اللہ میں تیس پاروں کے علاوہ دس
پارے اور زیادہ کرتے ہیں اور زعم باطل سے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر افترا کرتے
ہیں کہ انہوں نے دس پارے ساقط کر
دیئے اور یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ سورہ
احزاب سورہ بقرہ کی مثل ہے اور نبی
مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی بے حرمتی
کرنے والے خوارج ہیں اور تقدیر کی
تکذیب کرنے والے معتزلہ ہیں جو کہ اس
میں مشار الیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی

بالجبر والمتسلط الجبروت السلاطین الظلمة والتارک للسنة جمیع اهل الاهوا۔

کرنے والے فرقہ جبریہ ہیں جو کہ جبر پر قائل ہیں اور جبروت پر تسلط کرنیوالے ظالم بادشاہ ہیں اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تارکین تمام اہل ہوا (یعنی فرق ضالہ) ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جبریہ ملعونین ہیں اور ملعون (ملعون اعتقادی) کافر ہی ہوتا ہے کیونکہ مسلمان ملعون نہیں ہو سکتا نیز یہ مسئلہ بھی اعتقادات کا ہے اور اعتقادات کے باب میں ملعونیت اعتقادی مراد ہوتی ہے جو کہ کفر ہی ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدترین فرقہ پر لعنت بھیجی ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے واضح ہوا۔

مفسر مذکورہ آیت "ولکن الناس انفسھم یظلمون" (سورہ یونس آیت ۴۴) ترجمہ: لیکن جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

بافسادھا وتفویت منافعھا وترک الاستدلال فالایتہ دلیل علی ان العبد لہ کسب وانہ لیس مسلوب الاختیار بالکلیة کما زعمت الجبریة۔

(تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۳۰)

کیونکہ وہ اپنے نفس کو فاسد کر دیتے ہیں۔ اور اس کے منافع کو فوت کر دیتے ہیں اور آیات قرآنیہ سے استدلال ترک کر دیتے ہیں پس اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ کے لیے کسب ثابت ہے اور بندہ بالکلیہ مسلوب الاختیار نہیں جیسا کہ فرقہ جبریہ اپنے زعم فاسد سے بندہ کو مسلوب الاختیار قرار دیتا ہے۔

علامہ امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی قدس سرہٗ اپنی تفسیر نسفی (معروف بتفسیر مدارک) جلد اول صفحہ ۵۸۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

وفی آیة "ومارمیت اذ رمیت......"

اور آیت "ومارمیت اذ رمیت....." میں

(سورہ انفال آیت ۱۷) بیان علی ان فعل العبد مضاف الیہ کسبا و الی اللہ خلقا۔ لا کما تقول الجبریۃ والمعتزلۃ لانہ اثبت الفعل من العبد بقولہ "اذ رمیت" ثم نفاہ عنہ واثبتہ للہ تعالیٰ بقولہ "ولکن اللہ رمی" ولکن اللہ قتلھم۔	بات ثابت ہے کہ بندہ کو اپنا فعل کسب کی جہت سے منسوب ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہی فعل بندے کے خلق کی جہت سے منسوب ہے۔ پس جبریہ اور معتزلہ کا مذہب باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "اذ رمیت" سے بندہ کے لیے فعل ثابت کیا اور "ولکن اللہ رمی" سے دوبارہ فعل بندہ سے نفی کیا اور "ولکن اللہ قتلھم" سے بھی بندہ سے فعل سلب کیا۔

اس بات سے واضح ہوا کہ اثبات کسباً ہے اور نفی خلقاً۔ جس میں جبریہ اور قدریہ دونوں کی تردید ہو گئی۔ مذکورہ تحقیق کی تائید میں ملا علی قاری صاحب اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وما رمیت (خلقاً) اذ رمیت (کسبا) ولکن اللہ رمی ای و لکن اللہ خلق الرمی فی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فالاثبات والنفی بجھتین المذکورین)	اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی پیدا نہیں کیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسب کے اعتبار سے رمی کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رمی پیدا کیا۔ (پس نفی اور اثبات اس آیت میں خلق و کسب کی جہت سے ہیں)۔

تو معلوم ہوا کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب ہر صورت میں اپنے افعال اختیاریہ کا بندہ ہی ہے۔ متکلم جلیل، مفسر کامل، جامع الظواہر والبواطن علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "روح البیان" جلد ۴ صفحہ ۴۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

(ولکن الناس انفسھم یظلمون آیت)	(لیکن جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں) کہ

بافساد الاستعداد الفطری فی مخالفات الاوامر والنواھی الشرعیہ انتھی وفیہ دلیل علی ان للعبد کسبا وانہ لیس مسلوب الاختیار بالکلیۃ کما زعمت الجبریہ وان کل ما ابتلی بہ فانما اتی من جانبہ۔	اپنی استعداد فطری کو اوامر اور نواہی شرعیہ کی مخالفت کی وجہ سے فاسد کرتے ہیں اور اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ کے لیے کسب ثابت ہے اور بندہ بالکل مسلوب الاختیار نہیں ہے ۔ جیسا کہ جبریہ نے زعم فاسد سے بندہ کو مجبور ٹھہرایا ہے اور یہ بھی باطل ہے کہ بندہ جس چیز سے موصوف ہو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب ہو گا۔

اسی طرح مفسر مذکور تفسیر مذکور جلد ۴ صفحہ ۲۰۲ پر رقم طراز ہیں ،

"ولا یزالون مختلفین" (سورہ ہود آیت ۱۱۸) فی الایۃ اثبات الاختیار للعبد لما فیھا من النداء علی انھم صرفوا قدرتھم وارادتھم لی کسب الاختلاف فی الحق	(اور ہمیشہ کے لیے لوگ اختلاف کرتے رہیں گے) اس آیت میں بندہ کیلئے اختیار کا ثبوت ہے۔ کیونکہ اس میں بیان ہوا کہ لوگوں نے اختلاف فی الحق کے کسب کے لیے اپنا ارادہ اور قدرت صرف کی ۔ کیونکہ فعل کا وجود فاعل کے
فان وجود الفعل بلا فاعل محال سواء کان موجبا اولا۔ وھو قول متوسط وقول بین القولین ای قول الجبریۃ والقدریۃ، وذلک لان الجبریۃ اثنتان متوسطۃ تثبت کسبا فی الفعل کا لاشعریۃ من اھل سنت والجماعۃ وخالصۃ لا	بغیر ناممکن ہے خواہ فاعل موجب ہو یا نہ ہو اور بندہ کے لیے اختیار ، ارادہ اور کسب ثابت کرنا قول متوسط ہے اور جبریہ و قدریہ کے درمیان صحیح مذہب ہے ۔ کیونکہ جبریہ دو فرقے ہیں (۱) جبریہ متوسطہ جو کہ فعل میں کسب ثابت کرتے ہیں جیسا کہ اشعریہ اہل سنت و جماعت اور (۲) جبریہ خالصیہ کہ فعل میں بندہ کا

تثبتة كا الجهمية وان القدرية
يزعمون ان كل عبد خالق
لفعله لايرون الكفر والمعاصي
بتقدير الله. فنحن معاشر اهل
السنة نقول العبد كاسب والله
خالق اى فعل العبد حاصل
بخلق الله اياه عقيب ارادة
العبد وقصد الجازم بطريق
جرى العادة بان الله يخلقه
بدونه فالمقدور الواحد داخل
تحت القدرتين المختلفتين
لان فعل مقدور الله من
جهت الايجاد ومقدور العبد
من جهت الكسب يقول الفقير
قوله تعالىٰ "وما رميت اذ رميت"
ونحوه لاينافى الاختيار (لان
المنفى خلق الرمى والمثبت
كسب الرمى كما مر اتفاق عبارات
المدارك وشرح الفقة اكبر
لملاعلى القارى).

کسب ثابت نہیں کرتے جیسا کہ فرقہ جہمیہ اور
قدریہ کا اعتقاد یہ ہے کہ ہر بندہ اپنے
افعال کا خالق ہے اور کفر و معاصی کو اللہ کی تقدیر
سے قرار نہیں دیتے۔ اور ہم اہل سنت کہتے
ہیں کہ بندہ کاسب اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔
یعنی بندہ کا فعل بندہ کے ارادہ اور قصد جازم
صرف کرنے کے بعد جری العادۃ کے طریقہ سے
اللہ تعالیٰ کے خلق و ایجاد سے حاصل ہے یعنی
اللہ تعالیٰ بندہ کے قصد کے بعد اس کا فعل
خلق کر دیتا ہے اور بندہ کے قصد کے بغیر
خلق نہیں فرماتا۔ پس مقدور واحد دو مختلف
قدرتوں کے تحت داخل ہے۔ کیونکہ فعل اللہ
تعالیٰ کی ایجاد سے مقدور ہے اور بندہ کا
کسب کی جہت سے مقدور ہے۔ اور علامہ
(اسماعیل حقی رحمۃ اللہ) فرماتے ہیں کہ آیت
(وما رمیت اذ رمیت) اور اس کی امثال
بندہ کے اختیار کے منافی نہیں ہیں (کیونکہ
بندہ سے منفی رمی کا پیدا کرنا ہے اور رمی کا
کسب بندہ کے لیے ثابت ہے۔ جیسا کہ
تفسیر مدارک اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری سے
واضح ہوگیا)۔

علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تفسیر "روح البیان" جلد اول صفحہ ۳۰ پر مسئلہ مذکور کی تحقیق میں فرماتے ہیں۔

وفیہ ایضاً. تحقیق لمذهب اهل السنة والجماعة اذ فیه اثبات الفعل من العبد والتوفیق من الله ففیه رد الجبریة النافین للفعل من العبد بقوله "ایاك نعبد" ورد المعتزلة النافین للتوفیق والخلق من الله۔

(آیت ایاك نعبد) میں اہل سنت والجماعت کے مذہب کی تحقیق ہوئی ہے کیونکہ اس آیت میں بندہ کیلئے فعل ثابت ہوا ہے اور نیک اعمال کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے اس میں فرقۂ جبریہ کی تردید ہے کہ بندہ سے فعل کی نفی کرتے ہیں۔ پس ایاك نعبد" میں جبریہ کی تردید بھی ہے اور معتزلہ کی بھی کہ اعطاء توفیق اور خلق وایجاد کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرتے ہیں۔

اسی جلد ثانی میں مفسر مذکور صفحہ ۲۵۸ پر اس طرح رقمطراز ہیں۔

واعلم ان الجبریة ذهبت الی انه لا فعل للعبد اصلا واختیار وحرکة بمنزلة حرکات الجمادات. والقدریه الی ان العبد خالق لفعله ولا یرون الکفر والمعاصی بتقدیر الله تعالیٰ ومذهب اهل السنة والجماعة القول المتوسط وهو اثبات الکسب للعبد واثبات

جان لو کہ جبریہ کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کے لیے فعل بالکل نہیں ہے اور بندہ کے لیے کوئی اختیار بھی نہیں اور بندہ کی حرکات جمادات کی حرکات کی طرح ہیں اور قدریہ کا مذہب یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اور کفر و معاصی کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر (یعنی خلق وایجاد) پر اعتقاد نہیں کرتے اور اہلسنت والجماعت کا مذہب درمیانی قول ہے اور وہ یہ کہ بندہ کے لیے کسب ثابت

الخلق اللہ تعالیٰ - ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔

مذکورہ بالا تمام اقوال سے معلوم ہوا کہ ایک ہی فعل دو قدرتوں کے تحت ہے اہل سنت وجماعت ماتریدیہ کے نزدیک بندہ کے لیے قدرت حادثہ، ارادہ حادثہ، تاثیر حادثہ اور کسب وفعل حادثہ ثابت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے قدرت قدیمہ ثابت ہیں جو کہ اشیاء کے پیدا کرنے میں مؤثر ہیں۔ یعنی قدرت وجود فعل اور عدم فعل دونوں سے متعلق ہے اور ارادہ خلق وعدم میں سے کسی ایک کی جانب راجح ہوتا ہے جو کہ تخصیص احد المقدورین سے معبر ہے پس بندہ کا ارادہ مؤثر فی الکسب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ مؤثر فی الخلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ایجاد اشیاء سے متعلق ہے اور بندہ کی قدرت تصرف الموجودات سے متعلق ہے جس کو کسب کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے پس بندہ کے افعال بارادۃ اللہ اور بقدرت اللہ من حیث الکسب والاکتساب ہیں اس لیے اہل سنت فرماتے ہیں:

وافعال العباد کلها بارادۃ اللہ تعالیٰ ومشیتہ (ای من حیث الخلق والایجاد)	بندوں کے افعال کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت سے خلق وایجاد ہوتے ہیں۔

پس ارادہ خداوندی اور قدرت خداوندی کے تعلق ایجادی کی وجہ سے بندہ مسلوب القدرت والاختیار اور مسلوب الارادہ نہیں ہے جبکہ جبریہ ملعونہ تعلق قدرت اور ارادہ خداوندی کی وجہ سے بندہ سے کسب اور اختیار بلکہ ارادہ حادثہ اور قدرت حادثہ مع تاثیر الحادثہ کی نفی کرتے ہیں اور خلق وایجاد اور کسب واکتساب میں تفریق نہیں کر سکتے۔

اسی بنا پر علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ آیت "وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" (سورۃ الدھر آیت ۳۰) کی تفسیر میں "روح المعانی" جلد دہم صفحہ ۱۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔
(دنیا ایڈیشن جلدہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

وفي تفسير الكبير هذا الاية
من الآيات التي تلاطمت فيها
امواج القدر والجبر فالقدري يتمسك
بالجملة الاولى ويقول ان
مفادها كون مشية العبد مستلزمة
للفعل وهو مذهبي۔ والجبري
يتمسك بضم الجملة الثانيه
ويقول ان مفادها ان مشية
الله تعالى مستلزمة لمشية
العبد فيتحصل من الجملتين
ان مشية الله تعالى مستلزمة
لمشية العبد وان مشية
العبد مستلزمة لفعل
العبد لان مستلزم المستلزم
مستلزم۔ وذلك هو الجبر
وهو صريح مذهبي وتعقب
بان هذا ليس بالجبر المحض
المسلوب مع الاختيار
بالكلية بل يرجع ايضا
الى امر بين امرين وقدر
بعض الاجلة مفعول يشاء

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مذکورہ آیت ان آیات
میں سے ہے جس میں جبر اور قدر کی موجوں نے
جوش مارا ہے۔ پس قدریہ جملہ اولیٰ (فمن شاء
منکم....) سے تمسک کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کی اپنی مشیت
فعل کے لیے مستلزم ہے اور یہی میرا مذہب
ہے۔ اور جبریہ آیت کے جملہ ثانی (وما تشاؤن
الا ان یشاء اللہ) سے تمسک کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی مشیت بندہ کی مشیت کے لیے مستلزم ہے
پس دونوں جملوں سے یہ بات معلوم ہوتی
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت بندہ کی مشیت
کے لیے مستلزم ہے اور بندہ کی مشیت
بندہ کے فعل کے لیے مستلزم ہے۔ چونکہ
(قاعدہ اجنبیہ کے مطابق مستلزم کا مستلزم،
مستلزم ہوتا ہے) پس اللہ تعالیٰ کا ارادہ بندہ
کے فعل کے لیے مستلزم ہے، اور یہی جبریہ کا
عقیدہ ہے اور صریحی طور پر انکا مذہب ہے۔
اور یہ بھی جبریہ کہتے ہیں کہ یہ جبر محض نہیں ہے
کہ اس کے ساتھ بالکلیہ اختیار مسلوب ہو۔
بلکہ پھر بھی بات دو امر کے درمیان ہے اور

الاتخاذ والتحصيل رد الكلام	بعض علماء کے نزدیک (ان یشاء اللہ میں یشاء
على الصدر (اى الشرطية	کا مفعول اتخاذ اور تحصیل ہے تاکہ صدر کے
الثانيه)، فقال ان قوله	جملہ شرطیہ نافیہ کے لیے رد ہو جائے پس
سبحان وما تشاؤن	علماء کہتے ہیں کہ یہ قول خداوندی کہ (وما
تحقيق للحق ببيان ان	تشاؤن .....) حق حقیق کے لیے تحقیق ہے
مجرد مشيتهم غير كافيه	اور وہ یہ ہے کہ بندوں کی محض مشیت راہ
في اتخاذ السبيل ولاتقدرون	پکڑنے میں کافی نہیں ہے جیسا کہ شرطیہ کے
على تحصيله في وقت من	ظاہر سے معلوم ہوتا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ
الاوقات الا مشية تعالى	تم لوگ راستہ پکڑنے کی مشیت نہیں کر سکتے
اتخاذه وتحصيله لكم	اور تم لوگ اس بات کی تحصیل پر اس وقت
اذ لا دخل لمشية العبد	تک قادر نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالے
الا في الكسب وانما التاثير	تمہارے اس راستہ کے پکڑنے کا ارادہ نہ کرے
(الايجادي) والخلق لمشية	کیونکہ بندہ کی مشیت کے لیے مدخل صرف
الله عز وجل - وذلك ان	اور صرف کسب میں ہے اور تاثیر ایجادی اور
الاولى افهمت الاستلزام	خلق و ایجاد اللہ تعالی کی مشیت کیلئے ہے.
والثانيه بينت ان هذا	کیونکہ پہلے جملہ سے معلوم ہوا کہ بندہ کی
المشية المستلزمة لايتحقق	مشیت فعل کے لیے مستلزم ہے اور دوسرے
الاوقت مشيه الله تعالى	جملہ میں یہ بیان ہوا کہ بندہ کی مشیت مستلزمہ
اياها فكانه قيل وما	للفعل اس وقت تک خلق و ایجاد فعل میں
تشاؤن مشية تستلزم	مؤثر نہیں جب تک کہ اللہ تعالی خود اسکے
(خلق) الفعل الا وقت	خلق و ایجاد کے لیے ارادہ نہ کرے، گویا

ان یشاء اللہ تعالیٰ مشیتکم تلک ریخلق اللہ الفعل بمشیۃ وقدرۃ عقیب صرف ارادتکم الی الکسب) نتامل وانت تعلم ان ھذا المسئلۃ من محار الافہام ومزال اقدام اقوام بعد اقوام۔

اس طرح فرمایا کہ تم لوگ اس طرح مشیت نہیں کر سکتے کہ فعل کے خلق و ایجاد کے لیے مستلزم ہو، بلکہ جب اللہ تعالیٰ اس بات کا ارادہ کرے کہ بندہ کے ارادہ میں فعل کا استلزام خلق کرے پس اللہ تعالیٰ تمہارے ارادہ میں صرف کرنے کے بعد اپنے ارادہ و مشیت سے بندہ کے افعال پیدا کرتا ہے۔ پس سوچو، اور تم سمجھتے ہو کہ یہ مسئلہ افہام کے جل جانے کا موضع ہے اور بہت سے لوگوں کے اقدام کے پھسلنے کا مقام ہے۔

پس معلوم ہوا کہ نفی و اثبات مشیت، بندہ کے لیے اختلاف جہتین کی وجہ سے ہے یعنی بندہ کے لیے مشیت حادثہ مؤثرہ فی الکسب ثابت ہے اور مشیت مؤثرہ فی الخلق بندہ سے منتفی ہے جیسا کہ آیت وما رمیت اذ رمیت میں بھی نفی اور اثبات اختلاف جہتین کی وجہ سے ہے۔ بندہ سے مشیت مؤثرہ فی الکسب منتفی کرنا عقیدہ جبریہ ہے اور نصوص قطعیہ سے انکار ہے کیونکہ مشیت مؤثرہ فی الکسب بندہ کے لیے ثابت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ (سورہ کہف آیت ۲۹)

پس جو چاہے ایمان اختیار کر سکتا ہے اور جو چاہے اپنے کسب سے کفر اختیار کر سکتا ہے

فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ (سورہ الدھر آیت ۲۹)

پس جو چاہے اپنے رب کی راہ اپنے کسب سے اختیار کرے۔

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ اختیار ـــــــــــــــــــــــــــــ

عبد اور بندہ کے لیے ارادہ حادثہ مؤثرہ فی الکسب کے ثبوت میں صریح نصوص ہیں۔ جبکہ جبریہ ایسی تمام نصوص سے بارہا انکار کرتے ہیں۔ یہ ضروریات دین سے انکار ہے جو کہ کفر صریح ہے۔

امام شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الملل والنحل" جلد اول صفحہ ۴۲۸ مقدمہ رابعہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

واعتبر حال طائفة اخری من المنافقین یوم احد۔ اذا قالوا "هل لنا من الامر من شیٔ" (سورہ آل عمران آیت ۱۵۴) وقولهم "لو کان لنا من الامر شیٔ ما قتلنا ههنا" وقولهم "لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا" (سورہ آل عمران آیت ۱۵۶) فهل ذلك الا تصریح بالقدر۔ وقول طائفة من المشرکین "لو شاء الله ما عبدنا من دونه من شیٔ"

(سورۃ النحل آیت ۳۵)

وقول طائفة "انطعم من لو یشاء الله اطعمه"

(سورہ یٰس آیت ۴۷)

فهل ذلك الا تصریح با

احد کے دن منافقین کے ایک فرقہ کے حال سے عبرت حاصل کرو جبکہ انہوں نے کہا "کیا ہمارے لیے فتح کے امر سے کوئی چیز ہے" اور یہ بھی کہا "اگر ہمارے لیے فتح کی کوئی چیز ہوتی تو ہم ادھر قتل نہ ہوتے" اور یہ بھی کہا "اگر یہ (مومنین) ہمارے پاس رہتے (جہاد کے لیے نہ جاتے) تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے" پس یہ تمام باتیں عقیدہ قدریہ پر تصریح ہیں (اور تقدیر خداوندی سے انکار ہے) اور مشرکین کے ایک فرقہ سے بھی عبرت حاصل کرو کہ انہوں نے کہا "اگر اللہ کی مشیت ہمارے ساتھ ہوتی تو ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے" اور دوسرے طائفہ نے کہا "کیا ہم ان (مساکین) کو طعام دیدیں اگر اللہ کی مشیت ان کے ہمراہ ہو جائے تو ان کو طعام دیدے گا" پس یہ (مشیت خداوندی سے استدلال

الجبر۔ کہ کے بندہ سے اختیار اور کسب نفی کرنا جبریہ کے عقیدہ پر تصریح ہے۔

(الملل والنحل ۔جلد ا صفحہ ۲۸)

پس معلوم ہوا کہ ارادۃ اللہ کے تعلق ایجادی کی وجہ سے جبر لازم نہیں ہے۔ بلکہ علم خداوندی اور ارادہ خداوندی، اختیار عباد کو اور بھی مؤکد بناتا ہے۔

شرح عقائد نسفی صفحہ ۶۵، ۶۶ پر علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

لما ثبت بالبرهان ان الخالق هو الله تعالى وبالضرورة ان لقدرة العبد وارادة مدخلا في بعض الافعال كحركة البطش دون البعض كحركة الارتعاش احتجنا لتفصي عن هذا المضيق الى قول بان الله تعالى خالق والعبد كاسب وتحقيقه ان صرف العبد قدرة وارادة الى الفعل كسب وايجاد الله تعالى الفعل عقيب ذلك خلق والمقدور الواحد دخل تحت قدرتين لكن بجهتين مختلفتين فالفعل (اى فعل عبد) مقدور العبد بجهة الكسب۔ ففعل العبد ينسب الى الله تعالى

جیسا کہ دلیل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ بندہ کی قدرت اور ارادہ کے لیے بعض افعال میں دخل موجود ہے مثلاً حرکت بطش میں بندہ مختار ہے اور بعض افعال میں بندہ کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ حرکت ارتعاش میں۔ پس اس تنگی سے خلاصی کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اور بندہ کاسب ہے اور اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ کا فعل کے لیے اپنی قدرت اور ارادہ صرف کرنا کسب ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس فعل کی ایجاد کو خلق کہا جاتا ہے اور مقدور واحد دو قدرتوں کے تحت مختلف جہات سے داخل ہے۔ پس بندہ کا فعل اللہ تعالیٰ کا مقدور ہے ایجاد اور خلق کی حیثیت سے اور بندہ کا کسب کی جہت سے مقدور ہے پس بندہ کا فعل اللہ تعالیٰ

بجهة الخلق والى العبد بجهة الكسب۔	کو خلق و ایجاد کی جہت سے منسوب ہوگا اور بندہ کو کسب کی جہت سے منسوب ہوگا۔

اسی طرح علامہ مذکور شرح مذکور کے صفحہ ۶۴-۶۵ پر جبریہ کی تردید میں رقمطراز ہیں :-

وللعباد افعال اختيارية يثابون بها ان كانت طاعة ويعاقبون عليها ان كانت معصية لا كما زعمت الجبرية انه لا فعل للعبد اصلا وان حركاته بمنزلة حركات الجمادات لاقدرة عليها ولا قصد ولا اختيار وهذا باطل لا نفرق بالضرورة بين حركة البطش وحركة الارتعاش و نعلم ان الاولى باختياره دون الثاني ولانه لولم يكن للعبد فعل اصلا لما صح تكليفه و لا يترتب۔ استحقاق الثواب والعقاب على افعاله ولا اسناد الافعال التي تقتضي سابقية	اور بندہ کے لیے اختیاری افعال ہوتے ہیں اگر نیکی کے افعال ہوں تو انہیں ثواب دیا جاتا ہے اور اگر معاصی کے افعال ہوں تو انہیں عذاب دیا جاتا ہے ایسا عقیدہ نہ رکھو جیسا کہ جبریہ نے باطل زعم رکھا ہے کہ بندہ کے لیے کوئی فعل نہیں ہے اور اس کی حرکات جمادات کی حرکات کی طرح ہیں ان افعال پر بندہ کے لیے نہ قدرت ہے۔ نہ قصد اور نہ اختیار۔ اور یہ مذہب بدیہی طور پر باطل ہے کیونکہ ہم حرکت اختیاری اور ارتعاشی کے درمیان واضح فرق کر سکتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری ہے اور دوسری اضطراری۔ نیز اگر بندہ کے لیے بالکل فعل نہیں تو اسے مکلف بنانا صحیح نہیں ہے اور پھر اس کے افعال پر ثواب اور عقاب بھی مرتب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ افعال مسبوق بالقصد والاختیار ہیں، بندہ

القصد والاختيار اليه على سبيل الحقيقة مثل صلى وكتب وصام بخلاف مثل طال الغلام واسود لونه والنصوص القطعية تنفي ذلك كقوله تعالى "جزاءً بما كانوا يعملون" وقوله تعالى "فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر" الى غير ذلك۔

کی طرف منسوب ہوتے۔ مثلاً فلاں نے نماز پڑھی، اور لکھا اور روزہ رکھا۔ بخلاف اس کے کہ غلام لمبا ہوگیا اور اس کا رنگ سیاہ ہوگیا اور نصوص قطعیہ اس مذہب جبریہ کی نفی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "یہ بدلہ اس کی وجہ سے ہے جو دنیا میں عمل کرتے تھے" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ "جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے" وغیرہ وغیرہ

یوں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے واضح ہوا کہ بندہ کے اختیار اور کسب سے انکار کرنا فی الحقیقت قرآن کریم سے انکار کرنا ہے کیونکہ قرآن کریم میں ایک ہزار آیات امر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پس اگر بندہ کو مجبور کیا جائے تو آیات متعلقہ بالامر سے انکار لازم آیا کیونکہ عاجز و مجبور شخص کو عقلاً اور شرعاً مامور بالامر نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اسی طرح قرآن کریم میں ایک ہزار آیات نہی کے متعلق وارد ہوئی ہیں پس اگر بندہ سے کسب اور اختیار نفی کیا جائے اور اسے عاجز و مجبور قرار دیا جائے تو تمام آیات متعلقہ بالنواہی سے انکار لازم آیا کیونکہ مجبور اور عاجز شخص کو منہی بالنواہی ٹھہرانا بھی عقل اور نقل کی رو سے ممتنع ہے نیز ایک ہزار آیات وعد اور ایک ہزار آیات وعید کے متعلق وارد ہیں جن میں نیک عقاید، اعمال اور اخلاق اختیار کرنے کی صورت میں ثواب و اجر اور جنت کا وعدہ ہے جبکہ برے عقائد، اعمال اور اخلاق اختیار کرنے کی صورت میں دوزخ اور غضب خداوندی کی وعید کا بیان ہوا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح نیک عقائد، اعمال اور اخلاق بندوں کے اپنے اختیار سے ہیں۔ اسی طرح برے عقائد، اعمال اور اخلاق بھی بندوں کے اپنے اختیار سے ہیں۔ پس بندہ کو مسلوب

الاختیار اور مجبور ٹھہرانا ان دو ہزار آیات متعلقہ بالوعد والوعید سے انکار کرنے کو مستلزم ہے۔ اسی طرح پانچ سو آیات احکام کے متعلق ہیں اور احکام کو بجالانا بھی بندوں کے اختیار اور کسب میں ہے تو بندے کو مجبور ٹھہرانے کی صورت میں ان سے بھی انکار لازم آیا، نیز ایک ہزار آیات قصص اور ایک ہزار آیات امثال کے متعلق وارد ہیں اور ان قصص میں بھی بیان ہوا ہے کہ فلاں پیغمبر یا فلاں شخص نے فلاں وقت میں فلاں کام کیا تھا اور امثال سے بھی واضح ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں کام اختیار کیا تھا تو اس میں بھی بندوں کے کسب اور اختیار کا ذکر ہوا ہے نیز ایک سو آیات دعا کے متعلق وارد ہیں جس میں بندہ اپنے اختیار سے دعا کرتا ہے یا بندے کو دعا کرنے کا امر ہوتا ہے اور چھیاسٹھ آیات ناسخ اور منسوخ کے متعلق وارد ہیں جس میں ماسبق اقسام کی رو سے اختیار عباد اور کسب عباد واضح ہے۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آئمہ اربعہ کی تقلید اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے امت کی اتباع سے انکار کرنے کو بھی مستلزم ہے چونکہ وہ حضرات کرام سب کے سب مخلوق تھے، تو شفاعت کس طرح کر سکتے ہیں؟ اتباع کس طرح کر سکتے ہیں؟ تقلید اور تحقیق کس طرح کر سکتے ہیں؟ لوگوں کو صراط مستقیم اور نیک اعمال کی ہدایت کس طرح کر سکتے ہیں؟ بلکہ یہ بات تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت، رسالت اور شرائع سے انکار کرنے کو مستلزم ہے اور حکمت خداوندی سے صریح طور پہ انکار کرنا بھی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اختیار، کسب اور قدرت حادثہ مع تاثیر الحادثہ اور ارادہ کسبی اپنی حکمت عظیم کی بنا پر عطا فرمائے ہیں اور انہیں مکلف بھی بنایا ہے نیز دوزخ اور جنت میں جانا اور دیدار خداوندی سے مشرف ہونا بھی بندوں کے نیک اور برے اعمال اور عقائد کے کسب کی بنا پر ہے اس لیے جبریہ بدترین کافر ہیں اسی لیے ستر انبیاء نے بھی ان پر لعنت

بھی سب ہے۔ امام معصوم رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات معصومیہ دفتر ثانی مکتوب نمبر ۸۳ میں رقمطراز ہیں:

بدانند کہ مذہب اہلسنت وجماعت
آنست کہ افعال بندہ از خیر وشر ہمہ بتقدیر
وارادہ حق سبحانہ است و قدر
خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ۔ و تقدیر
عبارت از خلق و ایجاد است و
معلوم است کہ خالق وموجد غیر او
تعالیٰ کسی نیست لا الہ الا ھو
خالق کل شئی فاعبدوہ
(سورہ انعام آیت ۱۰۲) وقال اللہ
تعالیٰ " واللہ خلقکم وما تعملون"
(سورہ الصفت آیت ۹۶) معتزلہ وقدریہ
از کمال جہالت وسفاہت انکار قضاو
قدر نمودہ افعال بندہ را بقدرت و
اختیار بندہ منسوب داشتہ وبندہ را خالق
افعال خود گفتہ۔ ضلوا فاضلوا علماء گفتہ
اندکہ مجوس ازینہا احسن حال اندکہ آنہا
یک شریک می گویند وایناں شرکا ی
لا یعد ولا یحصی اثبات می نمایند۔
برسر اصل سخن رویم وگوئیم کہ باوجود
تقدیر خیر وشر ونسبت خلق بحق تعالیٰ

جاننا چاہیے کہ اہلسنت وجماعت کا مذہب
یہ ہے کہ بندہ کے خیر اور شر کے افعال
اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ارادہ کے ساتھ ہیں اور
اچھی اور بُری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
اور تقدیر خلق وایجاد سے عبارت ہے اور یہ
بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق
اور موجد نہیں ہے۔ قرآن میں ہے "اس کے
سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کا وہ خالق ہے،
پس اس کی عبادت کرو"۔ اور اللہ تعالیٰ نے
فرمایا "اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے
اعمال کو پیدا کیا ہے"؛ فرقہ معتزلہ اور قدریہ
نے اپنی انتہائی جہالت اور نادانی کی بنا پر
قضا و قدر سے انکار کر کے بندہ کے افعال
کو بندہ کی قدرت اور اختیار سے منسوب کیا
ہے اور بندہ کو اپنے افعال کا خود خالق کہا
ہے۔ کیا گمراہی ہے، علماء کہتے ہیں کہ ان سے
تو آتش پرست اچھے ہیں، جو ایک چیز (آگ) کو
شریک ٹھہراتے ہیں مگر ان کے شرکاء کا کوئی
حد و حساب نہیں۔ میں اصل مطلب کی طرف
آتا ہوں اور کہتا ہوں ــــــ کہ اس کے

اراده واختیار بنده را در وجود فعل
او نیز دخل داده اند۔ اول صرف اراده
از جانب بنده می شود۔ بعدازاں
موافق آن حق تعالیٰ خلق می فرماید۔
و ہمیں صرف اراده را کسب می
گویند۔ پس خلق فعل از حق است
جل وعلیٰ وکسب آن از بنده۔ آنچه
نوشته بودند "لایتحرك ذرة الا
باذنه" وامثال آن باعتبار خلق
حق است۔ وکشتن قاتل را در
عوض مقتول وملامت نمودن گنہگار
را وعذاب وعقوبت او باعتبار
کسب است۔ وجبریه اراده واختیار
را از و نفی می کنند۔ و بنده را
در صدور افعال مجبور می دانند در رنگ
آن که شاخہائے درخت را کسی بجنباند
بلکه نسبت فعل را به بنده نمی کنند و
فاعل این افعال حق را می دانند۔ و
این کفر است ومعتقد آن کافر گویند بفعل
نیک ثواب خواہد شد وبفعل بد عذاب
نیست۔ وکافران وعاصیان معذور اند۔

باوجود کہ خیر وشر کی تقدیر اور خلق کی نسبت اللہ
تعالیٰ سے ہے۔ فعل کے وجود میں بندہ کے
ارادہ واختیار میں بھی دخل دیا جاتا ہے۔ پہلے
بندہ کی طرف سے صرف ارادہ ہوتا ہے پھر
اللہ تعالیٰ اس کے موافق خلق فرماتا ہے اور
ارادہ میں اسی تصرف کو کسب کہتے ہیں۔ پس
فعل کا خلق حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس
کا کسب بندہ کی طرف۔ یہ جو لکھا گیا تھا کہ "اس
کی اجازت کے بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا"
اس کی مثال بھی اللہ تعالیٰ کے خلق کے اعتبار
سے ہے۔ مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کرنا،
گنہگار کو لعنت ملامت کرنا اور سزا دینا اس
کے کسب کے اعتبار سے ہے اور جبریہ بندے
سے ارادہ واختیار کی نفی کرتے ہیں اور بندے
کو افعال صادر کرنے میں مجبور جانتے ہیں اس
طرح کہ کوئی اور درخت کی ٹہنیوں کو ہلائے۔
فعل کی نسبت بندہ سے نہیں کرتے بلکہ
ان افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں۔
اور یہ کفر ہے۔ بلکہ اس کا معتقد بھی کافر ہے
نیک عمل کا ثواب ملے گا اور برے عمل پر
عذاب نہیں۔ کافر اور گنہگار لوگ معذور

اینہا را سوالی یا عتابی نیست چہ افعال
ہمہ از حق است و اینہا مجبور اند۔ و این
کفر است۔ حق تعالیٰ می فرماید۔ "وقفوھم
انھم مسئولون" (سورہ الصفت
آیت ۲۴) "فوربک لنسئلنھم
اجمعین عما کانوا یعملون" (سورہ
الحجر آیت ۹۲-۹۳) مرجبۂ ہمین ہا اند کہ
ملعون اند بزبان ہفتاد پیغمبر۔ چنانچہ در
حدیث آمدہ است مذہب این
بدکیشان ببداہت عقل باطل۔ چہ
فرق در حرکت مرتعش کہ بے اختیار
دست او می جنبد و کسی کہ دست می
جنبد۔ بدیہی است کہ اول با ختیار
نیست و ثانی با اختیار است۔
و نصوص قطعیہ نفی این مذہب می نماید۔ قال
اللہ تعالیٰ "جزاء بما کانوا یعملون" و
قال حق سبحانہ "فمن شاء فلیؤمن
ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین
نارا" اگر بندہ مطلقاً مسلوب الاختیار
باشد حق تعالیٰ چرا نسبت ظلم باینہا فرماید
کہ "وما ظلمھم اللہ ولکن کانوا

ہیں۔ ان سے بازپرس ہوگی اور نہ سزا ہوگی کیونکہ
تمام افعال حق تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور یہ
مجبور ہیں۔ یہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور
ان کو ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا" ایک اور
جگہ ہے: "سو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب
سے ضرور بازپرس کریں گے جو وہ اعمال کیا
کرتے تھے" یہی مرجبۂ ہیں کہ جن پر ستر انبیاء
کرام نے لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ حدیث
میں آیا ہے کہ ان بدعادت لوگوں کا مذہب
صریحاً عقل کے خلاف ہے۔ ایک مرتعش کی
حرکت کہ جس میں بے اختیار اس کے ہاتھ
ہلتے ہیں اور دوسرا وہ خود ہاتھ ہلاتا ہے۔ کیا
فرق ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ پہلی حرکت
میں اختیار نہیں جبکہ دوسری میں اختیار ہے۔
اور نصوص قطعیہ اس مذہب کی نفی کرتی ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بدلہ ان کے اعمال کا"
اور حق تعالیٰ نے فرمایا: "پس جو چاہے ایمان
لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔ یقیناً ہم
نے ظالموں کے لیے آگ (جہنم) تیار کی ہے"
اگر بندہ بالکل مسلوب الاختیار ہوتا تو اللہ تعالیٰ
ظلم کی بات کیوں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر

انفسہم یظلمون" (سورہ النحل آیت
۳۳) بسیاری از ملاحدہ می خواہند کہ بہ
بہانہ سلب اختیار خود ہا را از ربقۂ
تکالیف شرعیہ بر آرند و از سوال و
عقاب آخرت کہ بارتکاب محرمات
موعود است خلاص سازند. خود ہا را
مجبور و معذور دانند. بدیہی است
کہ بندہ را این قدر اختیار و توانائی
است کہ از عہدہ اوامر و نواہی تواند بر آمد.
للفرق الظاہر بین حرکت البطش و حرکت
الارتعاش. کما ہو. حق تعالیٰ کریم است بندہ
ہا را تکلیف بما لا یطاق نکردہ است. آنقدر
تکلیف نمودہ است کہ از عہدہ او تواند
بر آمد لا یکلف اللہ نفسا الا
وسعہا (البقرہ آیت) عجب معاملہ است
این جماعت از کسانیکہ اطاعت آنہا
نکنند و ایشان را ایذا رسانند. بد می گویند
و در صدد انتقام می شوند و فرزندان و
بدراہ غلام خود ہا را می زنند و تادیب
می کنند. و اگر مرد بیگانہ را با زن خود
بینند بد می شوند و ایذا می رسانند و

ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا
کرتے تھے"۔ بہت سے بے دین لوگ یہ
چاہتے ہیں کہ سلب اختیار کا بہانہ بنا کر خود
کو شرعی فرائض سے الگ کرلیں اور آخرت
میں جن بُرے کاموں کی سزا کا وعدہ کیا گیا
ہے اس سے رہائی پالیں۔ اس لیے خود
کو مجبور اور معذور سمجھتے ہیں۔ واضح ہے کہ
بندہ کو اس قدر اختیار اور طاقت دی گئی
ہے کہ اوامر و نواہی سے عہدہ برا ہو سکے۔ یہ
بات بطش اور ارتعاش کی حرکت سے صاف
ظاہر ہے۔ کما ہو۔ حق تعالیٰ مہربان ہے۔
بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف
نہیں دیتا ہے جس قدر وہ برداشت کر سکے۔
"اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا
مگر اسی کا جو اس کی طاقت و اختیار میں ہو"
اس جماعت (فرقہ) کا یہ عجیب معاملہ ہے کہ
جن کی یہ اطاعت نہیں کرتے انہیں تکلیف
دیتے ہیں اور برا کہتے ہیں اور جلد بدلہ لیتے
ہیں۔ اپنے بیٹوں اور برے غلاموں کو مارتے
اور سزا دیتے ہیں اور اگر اپنی بیوی کے ساتھ
کسی بیگانے شخص کو دیکھتے ہیں تو ناراض ہوتے

مجبور و معذور گفتہ چشم پوشی نمی کنند
و باین بہانہ از عذاب اخروی کہ
بنصوص قطعیہ ثابت شدہ است می
خواہند کہ خلاص جویند و ہرچند خواہند
بکنند. حق تعالیٰ می فرماید۔ ان عذاب
ربک لواقع ٥ مالہ من دافع ٥
(الطور آیت ۷، ۸)۔
دیوانہ را اگر در خانہ بینند معذور می دانند و
ہمچنین ہر گناہی کہ دیوانہ می کند کس اُو را
مواخذہ نمی کند میگویند دیوانہ است. اُو
زعقل و اختیار بیرون است۔ ع
عیب نبود گر گناہی می کند دیوانہ
و غیر دیوانہ را مواخذہ می کنند و بہ سزای
رسانند و معذور نمی دارند۔ و این
نیست آن کہ این صاحب اختیار است و
او از اختیار بیرون است. پس محقق شد کہ
قدریہ منکر قضا و قدر اند و جبریہ کہ نفی
اختیار از بندہ می نمایند، ہر دو از حق دُور
افتادہ اند و اہل بدعت (اعتقادی)
و ضال و مضل اند. و حق متوسط آنست کہ
اہل سنت و جماعت بان مہتد گشتہ

ہیں اور سزا دیتے ہیں اس وقت مجبور و معذور
سمجھ کر چشم پوشی کیوں نہیں کرتے؟ یہ صرف
عذاب آخرت جو کہ نصوص قطعیہ سے ثابت
ہے بچنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اپنی ہر
خواہش پوری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور
ہو کر رہے گا۔ کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔
اگر کسی دیوانے شخص کو گھر میں دیکھتے ہیں تو اسے
معذور سمجھتے ہیں اور اگر اسی طرح دیوانہ کوئی گناہ
کرے تو کوئی باز پرس نہیں کرتا۔ کہتے ہیں دیوانہ
ہے۔ عقل و اختیار سے عاری ہے۔ ع
اگر کوئی دیوانہ گناہ کرے تو یہ عیب نہیں ہے
جبکہ غیر دیوانہ سے باز پرس بھی کرتے ہیں اور
سزا بھی دیتے ہیں اور معذور نہیں جانتے۔
یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ یہ صاحب
اختیار ہے اور وہ اختیار سے عاری ہے پس
ثابت ہوا کہ قدریہ قضا و قدر کے منکر ہیں۔
اور جبریہ بندہ سے اختیار کی نفی کرتے ہیں
دراصل حق سے دونوں دُور ہیں اور (اعتقاداً)
اہل بدعت ہیں۔ اور گمراہ ہیں۔ اور درمیانی حق
وہ ہے جس سے اہلسنت وجماعت ہدایت

انہ ۔ مروی است کہ امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ از امام جعفر صادق رضی
اللہ عنہ پرسید یا ابن رسول اللہ ھل
فوض اللہ الامر الی العباد
فقال اللہ اجل من ان یفوض
الربوبیۃ الی العباد۔ فقال ھل
یجبرھم علی ذلک قال اللہ
تعالیٰ اعدل من ان یجبرھم
ثم یعذبھم فقال ماذا؟ قال
بین البین لاجبر ولا تفویض
ولا کرہ ولا تسلیط ۔
کافران ومشرکان حجت اورا
دادہ بودند کہ کفر وشرک ما
بہ مشیت وارادت حق تعالیٰ
است ودادران مجبور ومسلوب
الاختیار ہستیم۔ چنانچہ فرمود۔ سیقول
الذین اشرکوا لوشاء اللہ ما
اشرکنا ولا اباؤنا ولا حرمنا
من شئی۔ حق سبحانہ این عذر از
ایشان قبول نکرد وقول ایشان بر جہل
ایشان حمل کرد و داخل تکذیب

یافتہ ہیں۔ روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ
اللہ علیہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ اے رسول اللہ کے بیٹے کیا اللہ تعالیٰ
نے ربوبیت کا امر اپنے بندوں کو تفویض کیا
ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے
برتر ہے کہ ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد
کرے۔ پھر عرض کیا، کیا ان پر جبر کرتا ہے؟ فرمایا
یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے۔
کہ پہلے مجبور کرے اور پھر عذاب دے۔ پھر
پوچھا یہ کس طرح ہے فرمایا اس کے بین بین
ہے نہ جبر کرتا ہے نہ سپرد کرتا ہے نہ ارادہ
کرتا ہے اور نہ مسلط۔ کافر اور مشرک لوگ
یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہمارا کفر و شرک اللہ تعالیٰ
کی مشیت اور ارادے سے ہے اور ہم
اس میں مجبور اور مسلوب الاختیار ہیں؛ چنانچہ
فرمایا گیا "یہ مشرک یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے
باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے" حق
تعالیٰ نے ان کا یہ عذر قبول نہیں کیا اور ان
کے قول کو ان کی جہالت پر مامور کیا ہے اور
انہی کا جھوٹ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

ایشان ساخت۔ چنانچہ فرمود:
کذلک کذب الذین من
قبلھم حتی ذاقوا باسنا قل ھل
عندکم من علم فتخرجوہ لنا
(سورہ انعام آیت ۴۸)
(مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۸۳)

نے فرمایا کہ "اسی طرح جو کافر لوگ اُن سے
پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (رسولوں کی)
تکذیب کی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے
عذاب کا مزہ چکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ
دیجئے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے، تو
اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔"

شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفر تابیدی سے کافر ہیں

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری رحمۃ اللہ کے فتاویٰ جلیلہ (خلاصۃ الفتاویٰ جلد چہارم صفحہ ۳۸۶) میں ہے کہ کوئی بھی شخص جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ ہے اور سب وشتم کا مرتکب ہے وہ کفر تابیدی سے کافر ہے اس کی عبارت درج ذیل ہے۔

من شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واھانہ او عابہ فی امور دینہ او فی شخصہ او فی وصف ذاتہ سواء کان الشاتم مسلما من امتہ او غیرھا و سواء کان من اھل الکتاب او غیرہ ذمیا کان او حربیا سواء کان الشتم صادرا عنہ عمدا او سھوا او غفلۃ او جدا او ھزلا فقد کفر خلودا بحیث ان تاب لم یقبل توبۃ ابدا لا عند اللہ ولا عند الناس۔ وحکمہ فی الشریعۃ مطھرۃ عند متاخرین

جس کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں یا اُن کی اہانت کی یا اُن پران کے دینی امور میں عیب نکالا یا ذاتی امور میں ان پر عیب لگایا یا اُن کے اوصاف ذاتیہ میں سے کسی وصف کو مجروح کر کے عیب لگایا یہ گالیاں دینے والا اور عیب لگانے والا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو یا غیر امتی ہو، اہل کتاب سے ہو یا غیر اہل کتاب سے خواہ ذمی ہو یا حربی ہو۔ خواہ گالیاں، اہانت اور عیب اس سے عمداً ہو یا سہواً، غفلت سے ہو یا سچ یا خطا سے صادر ہو تمام صورتوں میں کفر تابیدی سے کافر ہیں۔ اس حیثیت سے اگر توبہ کرتا ہے تو اسکی توبہ نہ اللہ کے ہاں اور نہ لوگوں کے ہاں مقبول ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس کا حکم

شفاعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرنا کفر ہے

قیامت کے روز انبیاء کرام اور صلحاء کا اللہ تعالیٰ کے حضور امت کے لیے شفاعت کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس سے انکار کرنے والا کافر ہو گا۔

عبدالغنی نابلیسی رحمۃ اللہ علیہ "حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ صفحہ ۳۰۵ میں ...طراز ہے۔

...فی جامع الفصولین روی ...لطحاوی عن ابی حنیفۃ ...اصحابنا انہ لا یخرج ...من الاسلام الا جحود ما ...خلہ فیہ .... و ...من انکر شفاعۃ الشافعین ...یوم القیامۃ فھو کافر ......

جامع فصولین میں ہے کہ امام طحاوی نے امام ابو حنیفہ اور دیگر علماء کرام سے روایت نقل کی ہے کہ آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا بلکہ اس چیز کے انکار سے اسلام سے خارج ہوتا ہے جس کی تصدیق سے ایمان میں داخل ہوا تھا ... اور جو شخص قیامت کے دن شفاعت شافعین سے منکر ہوا تو وہ بھی کافر ہے۔

مُنکرِ ختمِ نبوت بھی کافر ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب قرآن مجید کے ذریعے اپنا پیغام مکمل فرما دیا اس طرح نبوت کا سلسلہ بھی ختم کر دیا۔ نبی مکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نصوص قطعیہ سے یہ ثابت ہے۔ نص قطعی کا انکاری کافر ہوتا ہے۔

اکفار الملحدین کے صفحہ ۵۶ میں تحریر کیا گیا ہے۔

و فی العقائد العضدیة لا نکفر احدا من اهل القبلة الا بما فیه نفی الصانع المختار او بما فیه شرك او انكار ما علم من الدین بالضرورية او انكار مجمع علیه قطعاً او استحلال محرم او العكس (اللغوی) و اما غیر ذلك فالقائل به مبتدع ولیس بكافر قالت الروافض ان العالم لا یكون خالیا من النبی قط وهذا كفر لان الله تعالیٰ قال "وخاتم النبیین" ومن	عقائد عضدیہ میں مذکور ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے مگر اس امر سے جس میں صانع مختار کی نفی ہو یا اس میں شرک ہو یا ضروریات دین کا انکار ہو یا مجمع علیہ قطعی امر کا انکار موجود ہو یا حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھہرایا گیا ہو، اور مذکورہ اقسام کے علاوہ قائل مبتدع بن جاتا ہے اور کافر نہیں ہے۔ روافض نے کہا ہے کہ عالم نبی سے قطعاً خالی نہیں ہوتا اور یہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور جس نے ہمارے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ کافر ہو جاتا ہے

ادعی النبوة فی زماننا فانه یصیر
کافرا ومن طلب منه المعجزات
فانه یصیر کافرا لانه شک فی نص
ویجب الاعتقاد بانه ما کان لاحد
شرکة فی النبوة لمحمد صلی الله
علیه وسلم بخلاف ما قالت الروافض
ان علیا رضی الله عنه کان
شریکا لمحمد صلی الله علیه وسلم
فی النبوة وهذا منهم کفر تمهید
ابی الشکور السالمی

اور جس نے اس سے معجزات طلب کیے تو
وہ بھی کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے نص قطعی
میں شک کیا۔ اور اس بات پر یقین رکھنا لازم
ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
کسی دوسرے کی نبوت میں شرکت نہیں ہو سکتی
بخلاف روافض کے کہ انہوں نے کہا ہے۔
کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت محمد صلی اللہ
کے ساتھ نبوت میں شریک ہیں اور اس
عقیدہ سے روافض کافر ہیں یہ مسئلہ تمہید
ابی شکور سالمی میں مذکور ہے۔

اہل قبلہ سے مراد اور موجباتِ کفر

علمائے اہلسنت وجماعت کی تحقیق کے مطابق اہل قبلہ سے مراد اہل دین، اہل ایمان اور وہ لوگ ہیں جو ما ثبت فی الدین من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً پر پکا عقیدہ رکھتے ہیں اور ضروریات دین قطعیات اسلامیہ اور اجماعی امور میں سے کسی چیز کے منکر یا متردد نہ ہوں اور اگر ان میں سے کسی ایک چیز کا منکر یا متردد ہو تب کافر کہلائے گا۔ اور اہل قبلہ میں سے نہیں رہے گا اور اگر اسلامی حقائق وضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہ ہو مگر خواہ کبائر یا صغائر معاصی اور بُرے اعمال کا مرتکب ہو جائے، کافر نہیں کہلائے گا بلکہ فاسق کہلائے گا جب تک ان امور محرمہ میں سے کسی چیز کو حلال یا مباح نہ ٹھہرائے لیکن اگر ان امور محرمہ میں سے کسی چیز کو مباح قرار دیا تو اگرچہ جوارح کے اعتبار سے ان امور محرمہ میں کسی چیز کا مرتکب نہ ہو، تب بھی کافر کہلائے گا۔ کیونکہ ترک عمل سے کفر لازم نہیں آتا بلکہ انکار اعتقادی سے کفر لازم آتا ہے۔

موجبات کفر

موجبات کفر میں درج ذیل باتیں شامل ہیں۔

۱۔ محرمات کو حلال قرار دینا۔
۲۔ حلال کو حرام قرار دینا۔
۳۔ استخفاف سنت کرنا۔
۴۔ ضروریات دین سے انکار کرنا۔
۵۔ شعائر اللہ کی توہین عملی یا اعتقادی طور پر کرنا مثلاً قرآن پاک عمداً نجاست میں ڈالنا۔
۶۔ تشبہ بالکفار فی الشعائر کرنا۔

یہ تمام باتیں جمہور اہلسنت اور فقہائے امت کے نزدیک کفر بواح ہیں۔ پس اگر ایک صغیرہ گناہ کو بھی مباح قرار دیا جائے تب بھی کافر ہو جاتا ہے۔

علامہ مجتہد افخم طاہر بن عبدالرشید بخاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

رجل یرتکب صغیرۃ فقال لہ الرجل تب قال من چہ کردہ ام تا توبہ می باید کردن۔ یکفر۔
(خلاصۃ الفتاویٰ۔ ج ۴۔ صفحہ ۳۸۷)

ایک آدمی گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو جائے تو دوسرا اس سے کہے کہ توبہ کرو اور (جواباً) وہ کہے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے کہ توبہ کروں تو وہ آدمی اس بات سے کافر ہو جاتا ہے۔

پس جس چیز کا ثبوت (تحریماً یا تحلیلاً) (۱) کتاب اللہ یا (۲) سنت متواترہ گرچہ تواتر معنوی ہو یا (۳) اجماع امت سے ہوا ہو، اور تواتر قولی یا تواتر عملی اور توارث سے ثابت ہو تو اگرچہ اس چیز پر عمل بالجوارح مباح یا مستحب ہو تو اس چیز کی حرمت یا حلت پر اعتقاد رکھنا فرض ہے اور یہ چیز ضروریات دین میں داخل ہے۔ اور اسی چیز سے انکار کرنا جمہور متکلمین اہلسنت کے نزدیک کفر بواح ہے اور ان اشیاء کا منکر اہل قبلہ سے خارج ہے۔

فقہائے کرام کا یہ قول کہ سنت کا منکر کافر نہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ

جس چیز پر عقیدہ رکھنا سنت ہے تو اس کا منکر کافر نہیں ہے اور اگر اس چیز پر عقیدہ رکھنا فرض ہے تو پھر اس سے انکار کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ مسواک کی سنت پر اعتقاد رکھنا فرض ہے اور مسواک پر عمل بالجوارح سنت ہے۔

علامہ عبدالعزیز اپرحاروی اہسنت کا اجماعی مسئلہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اهل القبلة لغة من يصلي الى القبلة و يعتقدها قبلة و فى اصطلاح المتكلمين من يعتقد بضروريات الدين ولا ينكرها (نبراس)	لغت کے اعتبار سے اہل قبلہ وہ ہیں، جو قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور اسے قبلہ قرار دیتے ہیں اور متکلمین اہسنت کے نزدیک اہل قبلہ وہ ہیں جو ضروریات دین پر ایمان رکھیں اور ان سے انکار نہ کریں۔

علامہ انور شاہ کشمیری اپنی تصنیف "اکفار الملحدین" میں تحریر فرماتے ہیں۔

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين ... وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد شئ من امارات الكفر و علاماته و لم يصدر عنه شئ من موجباته كذا فى شرح الفقه الاكبر۔ (اکفار الملحدین صفحہ ۱۶)	خبردار اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو کہ ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہوں اور ضروریات سے منکر نہ ہوں ..... اور اہسنت کے نزدیک اہل قبلہ کی عدم تکفیر کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت تک کافر نہیں ہوتا جب تک اس سے کفر کی علامات اور نشانیوں میں سے کوئی چیز صادر نہ ہو، اور موجبات کفر میں سے بھی کوئی چیز صادر نہ ہو۔ جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ہے۔
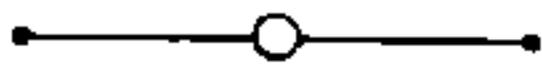
تعریف کفر اور ضروریات دین

علمائے کرام نے فرمایا ہے۔

الکفر انکار شئ مما علم کونہ فی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالضرورۃ (تفسیر تبصیر الرحمٰن)

جو چیز دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بالبداہت ثابت ہو تو اس سے انکار کرنا کفر کہلاتا ہے۔

پس جس شخص سے ضروریات دین کا انکار صادر ہو جائے خواہ بظاہر وہ مدعی اسلام ہو، وہ کافر کہلائے گا۔ اسی طرح کفر محض کو کفر محض جاننا اور اسلام محض کو اسلام محض جاننا بھی ضروریات دین میں سے ہے لہٰذا اگر کوئی شخص کلمہ کفریہ اور انکار ضروریات دین کی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کے کفر میں شک کرنے والا یا اس کو مومن ٹھہرانے والا بھی کافر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کفر محض کو کفر محض نہیں ٹھہراتا۔ "ہدایت الابرار" کے مصنف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کلمہ کفریہ کی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کے کفر میں تردد کرنے والا بھی کافر ہے کیونکہ اس نے کفر محض کو کفر محض نہیں ٹھہرایا جو کہ ضروریات دین میں سے ہے۔

اسی طرح مومن حقیقی کو کافر کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس نے ایمان محض کو ایمان محض نہیں جانا جو کہ ضروریات دین میں سے ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی واضح طور پر فرمایا ہے کہ :۔

"ایک آدمی دوسرے آدمی کو فاسق یا کافر نہ کہے ورنہ فسق اور کفر اس پر عائد ہوتا ہے اگرچہ وہ آدمی فی الحقیقت فاسق اور کافر نہ ہو۔"

تعریف ضروریات دین

ضروریات دین کے مسئلہ میں پوری اور مکمل وضاحت کیلئے دیوبند کے مسلمہ بزرگ علامہ انور شاہ کشمیری نے ایک مستقل کتاب تالیف فرمائی ہے جو کہ "اکفار الملحدین فی ضروریات الدین" کے نام سے موسوم ہے۔ علامہ موصوف نے ہزاروں کی تعداد میں معتبر کتب اہلسنت کے حوالہ جات اور علماء احناف کے اقوال سے واضح کیا ہے کہ ضروریات دین کا منکر خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، اجماعاً کافر مطلق ہے۔ اس سلسلے میں ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔

والمراد بالضروريات على ما اشتهر فى الكتب ما علم كونه من دين محمد صلى الله عليه وسلم بالضرورة بان تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة اى حتى وصل الى دائرة العوام وعلمه كواف منهم لا ان كلا منهم يعلمه وان لم يرفع التعليم الدين راسا فهو امر ضرورى وسمى ضروريا لان كل احد يعلم ان هذا الامر من دين النبى صلى الله عليه وسلم فكونها

مشہور روایت کے مطابق ضروریات دین سے مراد وہ اشیاء ہیں جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یقینی طور پر دین میں ثابت ہوں اس طریقہ سے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر طریقہ سے ثابت ہوں اور عام لوگوں کو بھی معلوم ہوں یعنی عوام کے دائرہ تک پہنچ گئی ہوں اور عوام میں سے بعض لوگ جانتے ہوں اور ایسا نہیں ہے کہ تمام عوام اس سے باخبر ہوں اگر دین کے علم کے لیے سر نہ اٹھایا ہو یہی چیزیں، ضروریات دین کہلاتی ہیں، کیونکہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ یہ چیز دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہے

من الدين ضروری وتدخل فی الایمان ولا یریدون ان الاتیان بها بالجوارح لابد منه کما یتوهم فقد یکون استحباب شئ او اباحته ضروریا کفر جاهده ولا یجب الاتیان به بالجوارح فالضرورة فی الثبوت عن حضرة الرسالة صلی الله علیه وسلم و فی کونه من الدین لا من حیث العمل -

(اکفار الملحدین صفحہ ۲-۳)

پس مقصود یہ ہے کہ دین میں یہ چیز ضروری الثبوت ہے اور ایمان میں داخل ہے۔ اگرچہ اعضاء سے ادا کرنا ضروری نہیں ہوگا جیسا کہ بعض لوگوں نے اعضاء سے ادا کرنا ضروری سمجھا ہے کیونکہ بعض اوقات ایک امر مستحبہ اور مباح ضروریات دین میں سے ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس امر مستحبہ اور مباح کو ادا کرنا ضروری نہیں ہوتا پس ضروریات کا معنی یہ ہے کہ یہ چیزیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بالبداہۃ اور ضروری الثبوت ہیں اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ضروری الثبوت ہیں۔ عمل کے لحاظ سے ضرورت اور وجوب مراد نہیں ہے۔

تشابہات قرآنیہ کی وضاحت

مشبہ اور مجسمہ فرقے کے لوگ مندرجہ ذیل آیات تشابہات سے اپنے فاسد اور کافرانہ عقائد کے اثبات کے لیے فاسد استدلال کرتے ہیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱- الرحمٰن علی العرش استوی (سورہ طٰہٰ آیت ۵)

ترجمہ: ذات رحمٰن نے عرش پر غلبہ کیا۔
یہاں استوا بمعنی استیلا (غلبہ) ہے نہ کہ استقرار (ٹھہرنا) اور توریہ مجردہ کے طریقہ پر معنی بعید اخذ ہوا ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے اور فن بدیع اور بلاغت کے مطابق ہے۔

۲- فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (سورہ البقرہ آیت ۱۱۵)

ترجمہ: پس جس طرف تم منہ کرو اس طرف ہی اللہ کا رُخ ہے۔
یہاں پر لفظ وجہ بھی تشابہات سے ہے اور بلا کیف اس سے مراد مرتبہ ہے۔ چہرہ کے معنی میں نہیں ہے۔

۳- وھو معکم این ما کنتم (سورہ الحدید آیت ۴)

ترجمہ: اور تمہارے ساتھ ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو۔
اس میں معیت بھی بلا کیف مراد ہے۔

۴- وفی الارض الہ وفی السماء الہ۔ (سورہ الزخرف آیت ۸۴)

ترجمہ: اور زمین کے لیے الٰہ ہے اور آسمان کے لیے بھی الٰہ ہے۔

۵. یوم یکشف عن ساق (سورۃ القلم آیت ۴۲)

ترجمہ: جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی۔

ساق بھی متشابہات میں سے ہے اور اس سے مراد بلا کیف مرتبہ ہے۔

ان تمام الفاظ میں لغوی معنی مراد لینا یا مفسرین کے خلاف تاویل کرنا حرام ہے۔ بلکہ کفر ہے۔ لیکن مجسمہ اور مشبہہ ظاہری اور لغوی معنی مراد لیتے ہیں اور فاسد استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح خلق اللہ آدم علی صورتہ وغیرہ احادیث سے فاسد استدلال کرتے ہیں جن میں متشابہات مذکور ہیں۔ حالانکہ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ ان تمام متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائیگا اور تاویل حسب علماء، مجتہدین اور مفسرین اہلسنت کے مطابق کی جائیگی اور ان متشابہات کی تاویل کرنے میں مجتہدین اور مفسرین اہلسنت کی اتباع اور تقلید واجب ہے ورنہ تفسیر بالرائے کفر و الحاد میں داخل ہو جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من فسر القرآن برائہ فقد تبوا مقعدہ من النار وفی روایتہ فاصاب فقد اخطا وفی روایتہ فاخطا فقد کفر۔	جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو اس نے اپنے لیے دوزخ میں جگہ بنائی۔ ایک روایت ہے کہ اگر حق تک پہنچا پھر خطا کی کہ اپنی رائے سے تفسیر کی، ایک اور روایت میں ہے کہ اگر خطا کی تو کافر ہو گیا۔

متقدمین کے نزدیک تو تاویل بھی جائز نہیں اگرچہ متاخرین نے تاویل سے کام لیا ہے مگر صرف اس لیے کہ کافر فرقوں کا سد باب ہو جائے۔

متابعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات درجے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اس مسئلہ کی تحقیق میں اپنے مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۵۴ دفتر دوم حصہ دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ متابعت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم کہ سرمایہ سعادت دینیہ و دنیویہ است درجات و مراتب دارد۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ! آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دینی اور دنیاوی زندگی کا بہترین سرمایہ ہے اس کے درجے اور مرتبے ہیں۔

درجہ اول

مر عوام اہل اسلام راست از اتیان احکام شرعیہ و متابعت سنت سنیہ بعد از تصدیق قلب و پیش از اطمینان نفس کہ بدرجہ ولایت مربوط است و علماء ظواہر و عباد و زہاد کہ معاملہ شان با طمینان نفس پیوستہ است ہمہ درین درجہ متابعت شریک اند و در حصول صورت اتباع برابر اند۔ و چون نفس درین مقام از کفر و انکار خود نرستہ است لاجرم این درجہ مخصوص بصورت متابعت باشد۔ این صورت متابعت در رنگ حقیقت متابعت

پہلا درجہ

یہ اہل اسلام کے عام لوگوں کے لیے ہے شریعت کے احکام اور سنت کی پیروی پر عمل کرنا ہے نفس کی تسلی سے پہلے اور قلب کی تصدیق کے بعد ولایت کے درجہ سے مربوط ہے اور وہ تمام علماء ظاہر اور عابد و زاہد لوگ جن کا معاملہ اطمینان نفس سے ملا ہوا ہے اطاعت کے اس درجہ میں شامل ہیں اور اتباع کی صورت کے حصول میں برابر ہیں جب تک اس مقام پر نفس اپنے کفر و انکار سے چھٹکارا نہ پالے لازماً متابعت کی صورت حقیقت میں آخرت میں فلاح والی اور نجات

موجب فلاح و رستگاری آخرت است و منجی از عذاب نار است۔ و مبشر بدخول جنت۔ از کمال کرم انکار نفس را اعتبار نامنودہ بتصدیق قلب کفایت فرمودہ است و نجات را مربوط آن تصدیق ساختہ ؎

دلانے والی متابعت ہے اور جہنم کے عذاب سے چھٹکارا دلاتی ہے اور جنت میں داخلے کی بشارت دیتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے) کمال مہربانی سے نفس کے انکار پر اعتماد نہ کیا اور قلب کی تصدیق کو کافی جان لیا ہے اور نجات کا دارومدار اسی تصدیق پر ہے ؎

میتوانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول
اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی را

اے بارش کے قطرے کو موتی میں تبدیل کرنے والے
تو چاہے تو میرے آنسو کو قبولیت سے مشرف کر دے

درجہ دوم

دوسرا درجہ

از متابعت اقوال و اعمال اوست کہ بباطن تعلق دارد۔ از تہذیب اخلاق و دفع رذائل صفات و ازالہ مرض باطنیہ و علل معنویہ کہ بمقام طریقت متعلق اند این درجہ اتباع مخصوص با ارباب سلوک است کہ طریقہ صوفیہ را از شیخ مقتدا اخذ نمودہ بوادی و مفاوز سیر الی اللہ را قطع می نمایند۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور اعمال کی پیروی ہے کہ اس کا تعلق باطن سے ہے اس سے اخلاق کی تہذیب ہوتی ہے بُری عادتیں دُور ہو جاتی ہیں امراض باطنی اور معنوی بیماریاں زائل ہو جاتی ہیں کہ جنکا تعلق طریقت کے مقام سے ہے اتباع کا یہ درجہ ارباب سلوک کے ساتھ مخصوص ہے جنہوں نے صوفیہ کے اس طریقہ کو جو مقتدا شیخ کے ذریعہ حاصل کیا ہو اور سیر الی اللہ کی وادی اور صحرا کو قطع کر رہے ہوں۔

درجہ سوم

از متابعت اتباع احوال و اذواق و
مواجید آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم
است کہ بمقام ولایت خاصہ تعلق دارند۔
این درجہ مخصوص بارباب ولایت است
کہ مجذوب سالک باشند یا سالک مجذوب
و چون مرتبہ ولایت بانجام رسید نفس مطمئنہ
گشت و از طغیان و سرکشی باز ماند و از انکار
باقرار و از کفر بہ اسلام آمد۔ بعد ازین
ہرچہ در متابعت کوشد حقیقت متابعت
خواہد بود۔ اگر نماز ادمی نماید حقیقت
متابعت بجا می آرد و اگر صوم است
ہمین حکم است و اگر زکوٰۃ است
ہمین نمط است و علیٰ ہذا القیاس
داتیان جمیع احکام شرعیہ حقیقت
اتباع کائن است۔

سوال: حقیقت نماز و روزہ بچہ معنی
است نماز و روزہ افعال مخصوصہ است
اگر آن افعال چنانچہ فرمودہ است ادا
یا بد حقیقت ادا یافتہ باشد صورت چہ

تیسرا درجہ

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و
اذواق و مواجید کے اتباع کی پیروی ہے
جن کا تعلق ولایت خاصہ کے مقام سے
ہے۔ یہ درجہ ارباب ولایت سے مخصوص
ہے جس میں مجذوب سالک ہوتے ہیں یا
سالک مجذوب۔ اور جب ولایت کا مرتبہ
پورا ہو جاتا ہے تو نفس مطمئن ہو جاتا ہے سرکشی
سے رک جاتا ہے انکار سے اقرار میں اور کفر
سے اسلام میں آجاتا ہے۔ اسکے بعد اطاعت
میں جو بھی کوشش کرتا ہے۔ وہ حقیقی اطاعت
ہوتی ہے اگر نماز پڑھے تو حقیقی اطاعت
ہے اگر روزہ رکھے تو یہی بات ہے اور اگر
زکوٰۃ دے تو بھی یہی طریق ہے و علیٰ ہذا
القیاس اور تمام شرعی احکام پر عمل، کامل
اطاعت کی حقیقت ہے۔

سوال: نماز اور روزہ کی حقیقت کیا ہے؟
کیا نماز اور روزہ مخصوص افعال ہیں؟ اگر وہ
افعال جیسا کہ فرمائے گئے ہیں ادا ہوں گے یا
ادا یافتہ ہوں گے کیا صورت ہو گی اور اس

بود حقیقت ورائے آں چہ باشد۔

جواب: مبتدی چون نفس امارہ دارد کہ بالذات منکر احکام سماوی است اتیان احکام شرعیہ ازوی باعتبار صورتست۔ ومنتہی را چون نفس مطمئنہ گشتہ وبرضا ورغبت قبول احکام شرعیہ نمودہ اتیان احکام ازوی باعتبار حقیقت است۔ مثلاً منافق ومسلم ہردو نماز ادا می نمایند۔ منافق چون انکار باطن دارد صورت نماز بجا می آرد ومسلم بواسطہ انقیاد باطن بہ حقیقت نماز متحلی است پس صورت وحقیقت باعتبار انکار واقرار باطن است۔ این درجہ یعنی درجہ اطمینان نفس واتیان حقیقت اعمال صالحہ کہ بعد از حصول کمالات ولایت خاصہ کہ بدرجہ سوم متعلق است حاصل بگردد۔

کے پس پشت کیا حقیقت ہوگی۔

جواب: مبتدی جو نفس امارہ رکھتا ہے۔ بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے۔ احکام شرعیہ پر اس کا عمل باعتبار صورت ہوتا ہے اور منتہی جس کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے احکام شرعیہ کو برضا ورغبت قبول کرتا ہے۔ لہذا اس کا احکام پر عمل باعتبار حقیقت ہوتا ہے۔ مثلاً منافق اور مسلمان دونوں نماز ادا کرتے ہیں منافق چونکہ باطن سے انکار کرتا ہے تو وہ نماز ظاہری صورت میں ادا کرتا ہے اور مسلمان باطنی اطاعت کی وجہ سے نماز کی حقیقت سے تحلی یافتہ ہوتا ہے۔ پس صورت اور حقیقت باطن کے انکار یا اقرار کے اعتبار سے ہے یہ درجہ نفس مطمئنہ کا درجہ اور اعمال صالحہ پر حقیقی عمل کا درجہ، ولایت خاصہ کے کمالات کے حصول، جن کا تعلق درجہ سوم سے ہے، کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

درجہ چہارم

از متابعت در درجہ اولی صورت این متابعت بودہ واینجا حقیقت اتباع

چوتھا درجہ

پہلے درجہ میں اطاعت کی صورت تھی جبکہ اس چوتھے درجہ میں اتباع کی حقیقت ہے

است. این درجہ چہارم از اتباع مخصوص
بعلماء راسخین است شکر اللہ تعالیٰ سعیہم
کہ بعد از اطمینان نفس بدولت حقیقت
متابعت متحد اند. اولیاء اللہ را ہرچند
نحوی از اطمینان نفس بعد از تمکین
قلب حاصل است. اما کمال اطمینان
مر نفس را در تحصیل کمالات نبوت
حاصل است کہ علمائے راسخین را
از ان کمالات بطریق وراثت نصیب
است. پس علماء راسخین بواسطہ
کمال اطمینان نفس بحقیقت شریعت
متحقق باشند و دیگران چون این کمال
ندارند گاہے بصورت شریعت
متلبس اند و گاہے بحقیقت شریعت
محقق. علامتی از برائے علماء راسخین
بیان می کنم تا ہر ظاہر دانے دعویٰ رسوخ
ننماید و امارہ خود را مطمئنہ نہ انگارد. عالم
راسخ کسی است کہ او را از تاویل تشابہات
کتاب و سنت نصیب است واز
اسرار حروف مقطعات اوائل سورہ
قرآنی بہرہ دارد و تاویل تشابہات

اور یہ چوتھے درجہ کی اطاعت (اتباع) علماء
راسخین کے ساتھ مخصوص ہے (شکر اللہ تعالیٰ
سعیہم) کہ نفس کے مطمئن ہو جانے کے بعد
اتباع کی حقیقت کی دولت پر متحد ہیں. اولیاء
اللہ کو ہر چند دل کی طاقت کے بعد ایک
طرح کا اطمینان نفس حاصل ہو جاتا ہے لیکن
نفس کے انتہائی اطمینان کے حصول کے لیے
کمالات نبوت کا حصول ضروری ہے کیونکہ
علماء راسخین کو ان کمالات سے وراثت
کے طور پر حصہ ملتا ہے. پس علمائے راسخین
اطمینان نفس کے کمال کے ذریعہ سے شریعت
کی حقیقت پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور چونکہ
دوسروں کو یہ کمال حاصل نہیں ہوتا لہذا کبھی
شریعت کی صورت سے متصف ہوتے
ہیں اور کبھی شریعت سے آگاہ ہوتے ہیں
علمائے راسخین کی علامت بیان کرتا ہوں
تاکہ ہر ظاہر دار رسائی کا دعویٰ نہ کرے اور
اپنے امارہ کو مطمئنہ نہ سمجھے. عالم راسخ کون
ہے؟ وہ ہے جو کتاب و سنت کے
تشابہات کی تاویل کر سکے اور قرآنی سورتوں
کے آغاز میں حروف مقطعات کے رازوں

از جملہ اسرار غامضہ است۔ خیال
نکنی کہ در رنگ تاویل ید بقدرت
است و تاویل وجہ بذات کہ آن
ناشی از علم ظاہر است باسرار
کار ندارد۔ اصحاب این اسرار پیغمبر
اند۔ و این رموزات اشارات
بمعاملات ایشان است و تبعیت
وراثت این بزرگواران ہر کرا
باین دولت عظمیٰ ممتد سازند
حصول این درجہ متابعت کہ منوط
باطمینان نفس است و وصول بحقیقت
متابعت صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم
است گاہ ہست کہ بے توسط فنا و
بقا و بے توسل سلوک و جذبہ میسر گردد
و تواند بود کہ از احوال و مواجید و از
تجلیات و ظہورات ہیچ درمیان
نباشد۔ و این دولت نقد وقت بود۔
لیکن از راہ ولایت باین دولت
رسیدن اقرب است از انکہ براہ دیگر
برسد۔ و آن راہ دیگر بزعم این فقیر
التزام متابعت سنت سنیہ است۔

سے آگاہ ہو، اور متشابہات کی تاویل تمام
دقیق اسرار میں سے ہے۔ یہ گمان نہ کر کہ
ہاتھ کی تاویل کا انداز قدرت سے ہے
اور چہرہ کی تاویل ذات سے۔ کہ اسکا تعلق
علم ظاہر سے ہے اور اسرار سے اس کا کوئی
واسطہ نہیں، ان رازوں کے جاننے والے
پیغمبر ہیں اور ان رموز و اشارات کا تعلق ان
کے معاملات سے ہے۔ اور ان عظیم ہستیوں
کی اطاعت اور وراثت سے ہر کسی کو اس
عظیم دولت سے اسکا حصہ ملتا ہے اطاعت
کا یہ درجہ کہ جس کا انحصار نفس کے اطمینان
پر ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی
اطاعت کی حقیقت کے ساتھ وصول پر ہے
کبھی یہ ہو سکتا ہے کہ فنا و بقا کے واسطہ
کے بغیر اور سلوک و جذبہ کے وسیلہ کے
بغیر (یہ رتبہ) مل جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات
کے درمیان کچھ بھی نہ رہے اور یہ دولت
وقت کا سرمایہ بن جائے۔ لیکن ولایت
کے راستے سے اس دولت (یا نعمت) تک
پہنچنا قریب ہے بجائے اس کے کہ دوسرے

علی صاحبہا الصلوٰۃ السلام والتحیۃ۔ و
اجتناب از اسم و رسم بدعت تا از
بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیئہ
احتراز نماید۔ بوئے ازین دولت بمشام
جان او نرسد۔ و این معنی امروز متعسر
است کہ عالم در دریائے بدعت
غرق گشتہ است و بظلمات بدعت
آرام گرفتہ۔ کرا مجال است کہ
دم از رفع بدعت زند و
با حیائے سنت لب کشاید۔
اکثر علماء این وقت رواج دہند
ہائے بدعت اند و محوکنندہائے
سنت۔ بدعتہای پہن شدہ را تعامل
خلق دانستہ بجواز بلکہ استحسان آن
فتویٰ می دہند۔ و مردم را بدعت
دلالت می نمایند چہ می گویند۔ اگر
ضلالت شیوع پیدا کند و باطل
متعارف شود و تعامل گردد۔ مگر
نمی دانند کہ تعامل دلیل استحسان
نیست۔ تعاملیکہ معتبر است ہمانست
کہ از صدر اول آمدہ است یا باجماع

راہ سے پہنچے۔ اور یہ دوسرا راستہ اس فقیر
کے خیال میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیروی کو لازم کرنا ہے اور جو بدعت کے
نام اور رسم سے اجتناب نہیں کرتا اور اچھی
اور بری بدعت میں تمیز نہیں کرتا، تو اس
(نعمت) کی خوشبو اس کے مشام جان تک
نہیں پہنچی اور آج اس کا مطلب سمجھانا بڑا
مشکل ہے کیونکہ ساری دنیا بدعت کے
دریا میں غرق ہو چکی ہے اور بدعت کے
اندھیرے میں گم ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت
کو چھوڑ کر سانس بھی لے اور سنت کے احیاء
کے لیے بات کرے۔ آجکل کے اکثر علماء
بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو
مٹانے والے ہیں۔ اس مروجہ بدعت پر
مخلوق کے عمل کے جواز بلکہ خوبی پر فتویٰ
دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی دلیلیں
دیتے ہیں۔ کیا کہا جائے گا۔ اگر گمراہی رواج
پا جائے اور جھوٹ عام ہو جائے اور اس
پر عمل کیا جائے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ
صرف معمول خوبی کی دلیل نہیں ہے۔ معتبر عمل
وہ ہوتا ہے جو صدر اول (یعنی نبی) سے ملا ہو

جمیع مردوم گشتہ۔	یا تمام علماء کے اجماع سے ثابت ہو۔
کما ذکر فی الفتاوی الغیاثیہ	جیسا کہ فتاوی غیاثیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ
قال الشیخ الامام الشہید رحمہ	امام شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم بلخ
اللہ سبحانہ لا ناخذ باستحسان	کے مشائخ کی اچھائیوں (پسندیدہ عمل) کو اختیار
مشائخ بلخ و انما ناخذ بقول	نہیں کرتے اور بے شک ہم متقدمین اصحاب
اصحابنا المتقدمین رحمہم اللہ	رحمۃ اللہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ
سبحانہ لان التعامل فی بلدۃ	کسی شہر میں لوگوں کا کسی بات پر عمل پیرا ہونا
لا یدل علی الجواز وانما یدل	اس کے جواز کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس
علی الجواز ما یکون علی الاستمرار	کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ اس پر صدرِ اول
من الصدر الاول فیکون ذلک	سے ہمیشگی کے ساتھ عمل ہو رہا ہو، اور اس
دلیلا علی تقریر النبی صلی	پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم
اللہ علیہ وسلم ایاھم علی	دلیل ہوگی تو اس طرح یہ کام نبی علیہ السلام
ذلک فیکون شرعا عنہ واما اذا	سے مشروع ہوگا۔ اگر ایسی بات (سنت رسول
لم یکن کذلک لا یکون فعلہم	صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوگی تو ان کا عمل دلیل
حجۃ الا اذا کان ذلک من	نہ ہوگا۔ سوائے اس بات کے کہ جب تمام
الناس کافۃ فی البلدان کلہا	لوگ تمام شہروں میں عمل کریں تو یہ اجماع
فیکون اجماعا۔ والاجماع	(امت) ہوگا۔ اور اجماع (امت) دلیل
حجۃ۔ الا تری انہم لو	ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر کچھ لوگ شراب
تعاملوا علی بیع الخمر وعلی	اور سود کے کاروبار پر عملدرآمد کریں تو
الربوا لا یفتی بالحل۔	اس طرح اس کے حلال ہونے کا فتویٰ
ونیست رسم تعامل کانہ امام	نہیں دیا جا سکتا۔ اور اس میں شک نہیں

وبعمل جمیع بلدان از حیط بشر خارج
است ۔ باقی ماند تعامل صدر
اوّل کہ فی الحقیقت تقریر است
ازان سرور صلّی اللہ علیہ وسلّم و راجع
است بسنت او ۔ بدعت کجا
است و حسن بدعت کدام ۔
اصحاب کرام را در حصول جمیع
کمالات صحبت خیر البشر صلّی اللہ
علیہ وسلّم کافی بودہ واز علمائے
سلف ہر کہ بدولت رسوخ مشرف
گشتہ است ۔ بن آنکہ اختیار
طریقہ صوفیہ نماید و بسلوک
وجذبہ قطع مسافت کند بواسطہ
التزام متابعت سنت سنیہ است
واجتناب از بدعت نامرضیہ ۔
اللّٰھم ثبتنا علی متابعت
السنۃ وجنبنا عن ارتکاب
البدعۃ بحرمۃ صاحب
السنۃ علیہ وآلہ الصلوٰۃ
والسلام والتحیۃ ۔

کہ تمام لوگوں کے عمل کا علم اور تمام شہروں
کے لوگوں کا عمل انسان کے احاطہ (شعور)
سے باہر ہے۔ باقی رہا صدر اوّل (نبی اکرم
صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا عمل جو در اصل سرورِ عالم
صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے اور انکی سنت
سے متعلق ہے بدعت کیا ہے اور احسن
بدعت کونسی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ
اجمعین کو تمام کمالات کے حصول کے لیے
خیر البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت ہی کافی
تھی اور اسلاف کے علماء میں ہر ایک رسوخ
کی دولت سے مشرف ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ
(انہوں نے) صوفیہ کا طریقہ اختیار کیا تھا اور
سنت سنیہ کی اتباع کو لازمی قرار دینے
کے وسیلہ سے سلوک وجذبہ کی منزلیں
طے کر لی تھیں اور ناپسندیدہ بدعت
سے اجتناب کیا تھا۔ اے اللہ پاک ہم
کو سنت (رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم)
کی اتباع پر ثابت قدم رکھ اور بدعت کا
مرتکب ہونے سے بچائے صاحب السنت
صلّی اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ
کے وسیلہ جلیلہ سے ۔

درجہ پنجم

از متابعت در اتباع کمالات آن سرور صلّی اللہ علیہ وسلّم است کہ علم وعمل را در حصول آن کمالات مدخلی نیست بلکہ حصول آنہا مربوط بمحض فضل و احسان خداوند است جل سلطانہ واین درجہ بس عالیست درجات سابق را بان اساسی نیست این کمالات بالاصالہ مخصوص با نبیاء علیہم السلام اولوالعزم است و بہ تبعیت و وراثت تا کرا باین دولت مشرف سازند۔

پانچواں درجہ

یہ درجہ نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمالات کی اتباع میں ہے۔ اس درجہ کے حصول میں علم وعمل کا کوئی دخل نہیں بلکہ اس کا حصول صرف اور صرف خداوند تعالیٰ کے فضل و احسان کا مرہون منت ہے۔ یہ درجہ بہت بلند ہے اور پچھلے درجات اس کی بنیاد نہیں ہیں۔ یہ کمالات دراصل بلند رتبہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ متابعت اور وراثت سے کسی کسی کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔

درجہ ششم

از متابعت اتباع آن سرور صلّی اللہ علیہ وسلّم است در کمالاتیکہ مخصوص بمقام محبوبیت آن سرور صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ چنانچہ در درجہ پنجم افاضہ کمالات بمجرد فضل و احسان بودہ۔ دریں درجہ ششم افاضہ کمالات آن بمجرد محبت است کہ فوق تفضل و احسانست۔ ازین درجہ متابعت

چھٹا درجہ

یہ درجہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع سے حاصل ہوتا ہے۔ کمالات ہیں نبی کرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقام محبوبیت سے مخصوص ہے۔ چنانچہ پانچویں درجہ کے کمالات کا فیض تنہا فضل و احسان سے ہوتا ہے۔ جب کہ چھٹے درجہ کے کمالات کا فیض صرف محبت سے ہے جو کہ فضل و احسان سے بالا ہے

نیز اقل قلیل را نصیب است۔ این پنج درجہ متابعت غیر از درجہ اولیٰ ہمہ بمقامات عروج تعلق دارند وحصول اینہا بصعود مربوط است۔

متابعت کا یہ درجہ چند ایک کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجہ کے علاوہ باقی پانچوں متابعت کے درجات کا تعلق عروج کے مقامات سے ہے اور ان کا حصول بلندی سے تعلق رکھتا ہے۔

درجہ ہفتم

از متابعت آنست کہ تعلق بنزول وہبوط دارد واین درجہ سابع از متابعت جامع جمیع درجات سابق است۔ زیراکہ درین موطن نزول ہم تصدیق قلب است وہم تمکین قلب وہم اطمینان است۔ وہم اعتدال اجزا قالب کہ از طغیان وسرکشی باز ماندہ اند۔ درجات سابق گویا اجزا این متابعت بودہ اند۔ واین درجہ ہمچون کل است مرآن اجزا را درین مقام تابع بہ تبوع بنہجی شباہت پیدا می کند۔ کہ گویا اسم تبعیت از میان می خیزد وامتیاز تابع ومتبوع زائل می گردد۔ چنانچہ متوہم می شود تابع در رنگ متبوع ہرچہ میگردد از اصل می گرد

ساتواں درجہ

یہ اطاعت کا وہ درجہ ہے کہ جس کا تعلق نزول وپستی سے ہے اور یہ ساتواں درجہ پچھلے تمام درجوں کا مجموعہ یا نچوڑ ہے۔ کیونکہ اس مقام میں نزول بھی دل کی تصدیق اور تمکین قلب اور اطمینان نفس ہے اور وجود کے اجزا سرکشی اور طوفان سے ہٹ کر اعتدال پر آجاتے ہیں۔ پچھلے درجات اس متابعت کے گویا اجزا ہیں اور یہ درجہ پھول کی مانند ہے۔ اس مقام میں اجزا کی تابع اور متبوع کے طریقے میں مشابہت پیدا ہو جاتی ہے گویا متابعت کا نام درمیان سے نکل جاتا ہے اور تابع اور متبوع کا فرق مٹ جاتا ہے۔ چنانچہ یہ گمان ہوتا ہے کہ تابع، متبوع کے رنگ میں ڈھل گیا ہے اور دونوں ایک

گویا ہر دو از یک چشمہ آب میخورند و
ہر دو آغوش یک کنار اند و ہر دو در یک
بستر اند و ہر دو در رنگ شیر و شکر اند. تابع
کجا و متبوع کدام و تبعیت کرا؟ در اتحاد
نسبت تغائر گنجائش ندارد عجب معاملہ
است درین مقام ہر چند با معان نظر
مطالعہ می نماید نسبت تبعیت ہیچ ملحوظ
و منظور نمی گردد و امتیاز تابعیت و متبوعیت
اصلاً مشہور نمی شود. این قدر ہست کہ
خود را طفیلی می داند و وارث نبی صلی
اللہ علیہ وسلم خود می یابد. اینجا تابع
دیگر است و طفیلی و وارث دیگر
ہر چند ہمہ در تحت تبعیت اند. ظاہراً
در تابع حیلولت متبوع درکار است
و در طفیلی و وارث حیلولتی درکار
نیست. تابع اولش حوراست و طفیلی
جلیس شخصی. بالجملہ ہر دولتی کہ آمدہ
است از برائے انبیاء آمدہ است
سعادت امتانست کہ بطفیل انبیاء
علیہم السلام ازاں دولت بہرہ
یابند. و اولش ایشان تناول

ہی گھاٹ سے پانی پیتے ہیں اور دونوں
ہم آغوش ہو جاتے ہیں اور دونوں ایک بستر
پر ہوتے ہیں اور دونوں باہم مل جاتے ہیں
یعنی کونسا تابع، کہاں کا متبوع اور کیسی متابعت
دونوں میں اس قدر ملاپ ہوتا ہے کہ غیریت
کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہوتی۔ عجیب معاملہ ہے
کہ اس مقام پر ظاہراً کچھ دکھائی دیتا ہے مگر
اطاعت کا قطعاً نہ کوئی لحاظ رکھا جاتا ہے
نہ منظور کیا جاتا ہے۔ تابع اور متبوع کا امتیاز
بالکل دکھائی نہیں دیتا۔ اس قدر ضرور ہے کہ
خود کو طفیلی جانتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا وارث پاتا ہے۔ یہاں تابع الگ ہوتا
ہے اور طفیلی و وارث الگ ہوتا ہے۔ اگرچہ
تمام متابعت کی قطار میں ہوتے ہیں۔ ظاہری
طور پر تابع کو متبوع کی حیلولت درکار ہے۔
جبکہ طفیلی و وارث کو درکار نہیں۔ تابع اس
کا پہلا سورج ہے اور طفیلی اس کا ذیلی
ساتھی۔ بہر حال جو بھی دولت (نعمت) آئی
ہے انبیاء کے لیے آئی ہے۔ انکی امتوں
کی یہ خوش نصیبی ہے کہ انبیاء علیہم السلام
کے وسیلہ سے اس نعمت سے بہرہ یاب

اولیاء کرام ہر زمانے میں ہوتے ہیں۔ان کا انکار کفر ہے

اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں۔ اور نصوص صریحہ سے ان کا وجود فی کل زمان ثابت ہے۔ اور قیامت کے دن تک وجود اولیاء مفروض ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادت کے موافق اولیاء کرام سلاسل اربعہ تصوف کے اندر ہی ظہور پذیر ہوتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ بہاء الدین سہروردیؒ، شیخ بہاء الدین نقشبندی، خواجہ معین الدین چشتیؒ، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ وغیرہم جیسے لاکھوں کی تعداد میں اولیائے کرام اہل تصوف ہی میں سے ہیں۔

اولیائے کرامؒ کے ہر زمانے میں موجود ہونے کے بارے میں چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی "حاوی للفتاویٰ" جلد اول صفحہ ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اخرج ابن عساکر عن قتادةؓ قال ابن عساکر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت

تخلو الارض من اربعین بهم یغاث الناس وبهم ینصرون بهم یرزقون کلما مات منهم واحد ابدل مکانہ رجلا قال قتادۃ واللہ انی ارجوان الحسنؓ منهم۔

سے نقل کیا ہے کہ یہ زمین کبھی بھی چالیس اولیاء سے خالی نہ ہوگی۔ ان ہی کے وسیلہ سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔ ان کے طفیل لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے کو قائم مقام بنا دیتا ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہیں۔

۲۔ اسی طرح مذکورہ کتاب کی جلد دوم صفحہ ۲۱۲ پر یوں تحریر کیا گیا ہے۔

عن علی رضی عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل علی وجہ الدھر سبعۃ مسلمون فصاعدا فلولا ذلك هلكت الارض ومن علیها۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ہمیشہ کے لیے ہر زمانہ میں سات (کامل) مسلمان یا اس سے زیادہ موجود ہوں گے اگر یہ کامل اشخاص نہ ہوتے تو زمین سمیت تمام چیزیں ہلاک ہو جاتیں۔

۳۔ اخرج ابن المنذر فی تفسیرہ عن قتادۃ رضی اللہ عنہ قال ما زال اللہ فی الارض اولیاء منذ ھبط آدم علیہ السلام ما اخلی اللہ الارض لابلیس الا وفیها اولیاء لہ یعملون للہ بطاعۃ۔

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے فرمایا ہے کہ زمین پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام موجود ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ابلیس کے لیے خالی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ لازماً زمین پر اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے عمل پیرا ہوتے ہیں۔

۴۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ لا یزال للہ فی الارض ولی ما دام فیہا للشیطان ولی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیشہ زمین پر اولیاء اللہ موجود ہونگے جبتک کہ شیطان کے ساتھی موجود ہونگے۔

۵۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ما خلت الارض من بعد نوح علیہ السلام من سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر کم از کم سات اولیاء سے زمین خالی نہیں ہوئی۔ جن کے طفیل اللہ تعالے اہل زمین سے مصائب دور کرتا ہے۔

۶۔ عن زھیر بن محمد رضی اللہ عنہ قال لم یزل علی وجہ الارض سبعۃ مسلمون فصاعدا لولا ذلک لاھلکت الارض ومن علیھا۔

زہیر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روئے زمین پر ہمیشہ کے لیے سات کامل مسلمان یا اس سے زیادہ ہوں گے اگر یہ اشخاص نہ ہوتے تو زمین بمعہ اس کی ہر چیز ہلاک ہو جاتی۔

۷۔ عن حضرت کعب رضی اللہ عنہ قال لم یزل بعد نوح فی الارض اربعۃ عشر یدفع بھم العذاب۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے بعد سے زمین پر ہمیشہ چودہ اولیاء کرام موجود ہوں گے جن کے طفیل اہل زمین پر سے عذاب دور ہوتا ہے۔

۸۔ عن فرازان رضی اللہ عنہ قال ما خلت الارض من بعد نوح من اثنی عشر فصاعدا

حضرت فرازان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین بارہ اولیاء کرام یا اس سے زیادہ سے خالی نہیں ہوتی

الارض ۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں سے عذاب دفع کرتا ہے ۔

حضرت مصنف مذکور کتاب مذکور کے صفحہ نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۱ پر رقمطراز ہیں ۔

۹ ۔ عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لا یزال الابدال فی امتی ثلاثون بھم تقوم الارض و بھم تمطرون و بھم تنصرون ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ہمیشہ کے لیے تیس ابدال ہوں گے ۔ ان کے وسیلہ سے زمین قائم رہے گی ۔ ان کی برکت سے تم پر بارش نازل ہوگی اور ان کے طفیل تمہاری امداد کی جائے گی ۔

۱۰ ۔ عن ابن حضرت عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیار امتی فی کل قرن خمسمائۃ الابدال اربعون فلا الخمسمائۃ ینقصون ولا الاربعون کلما مات رجل ابدل اللہ من الخمسمائۃ مکانہ و ادخل من الاربعین مکانہ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت میں بہتر لوگ ہر زمانہ میں پانچسو ہوں گے اور ابدال چالیس ہوں گے ۔ نہ پانچ سو سے کم ہوتے ہیں اور نہ چالیس سے جب کبھی ان میں سے ایک وفات پا جاتا ہے ۔ تو پانچ سو میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر منتقل کر دیتا ہے اور چالیس میں سے اس کی جگہ پر داخل کر دیتا ہے ۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

عليه وسلم لا تزال [illegible] رجل يحفظ الله بهم الارض [illegible] كلما مات رجل [illegible] مكانه آخر وهم في الارض كلهم۔

[illegible] میں اولیاء موجود ہونگے اللہ تعالیٰ ان کے طفیل زمین کی حفاظت کرتا ہے جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو قائم کر دیتا ہے اور یہی اولیاء تمام زمین پر موجود رہیں گے۔

۲۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال لن تخلوا الارض من ثلاثين وبهم ترزقون وبهم تمطرون۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیس اولیائے کرام سے زمین خالی نہیں ہوتی۔ ان کے ذریعے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور اُن کے طفیل تم پر بارش نازل ہوتی ہے۔

۳۔ عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال ان الانبیاء كانوا اوتاد الارض فلما انقطعت النبوة ابدل الله مكانهم قوما من امة محمد صلی الله عليه وسلم يقال لهم الابدال لم يفضلوا الناس بكثرة صوم ولا صلوة ولا تسبيح ولكن بحسن الخلق وبصدق الورع وحسن النية وسلامة قلوبهم لجميع [illegible]

حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انبیاء علیہم السلام زمین کے اوتاد تھے۔ پس جب نبوت ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک قوم جانشین بنائی جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ ان کی فضیلت دوسرے لوگوں پر نماز، روزہ اور تسبیحات کی کثرت کی وجہ سے نہ ہوگی بلکہ نیک خلق، سچی پرہیزگاری، نیک نیتی، تمام مسلمانوں کے ساتھ دل کی سلامتی کی روشنی اور نصیحت [illegible]

المسلمين والنصيحة لله ۔ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے حق بات کا اظہار اور نصیحت کی وجہ سے دوسرے لوگوں پر ہو گی ۔

حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ "حدیقۃ ندیہ" جلد دوم صفحہ ۳۱۸ میں تحریر فرماتے ہیں ۔

والصوفیہ من حیث ھم موجودون فیما یعلمھم اللہ الی یوم القیامۃ ۔ صوفیہ کرام، اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق قیامت کے دن تک موجود رہیں گے ۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی "لب لباب" صفحہ ۱۳۱ میں فرماتے ہیں ۔

پس بہر دوری ولی قائم است
تا قیامت آزمائش دائم است

ترجمہ : جب تک ہر زمانے میں ایک ولی موجود رہے گا اس وقت تک دشمنوں اور مخالفوں سے جھگڑا ہوتا رہے گا ۔

مذکورہ بالا روایات کے مطالعہ سے جو باتیں سامنے آئیں وہ حسب ذیل ہیں ۔

۱ ۔ اولیائے کرام ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں ۔

۲ ۔ اولیائے کرام کی تعداد مخصوص نہیں ہے، سات ہوں، بارہ ہوں، چودہ ہوں، تیس ہوں، چالیس ہوں یا اس سے بھی زیادہ (ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد) ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سب کے سب اولیاء کرام بھی تھے اور تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے (کم و بیش) اسی طرح تابعین، تبع تابعین، مریدین شاہ نقشبند، مریدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، مریدین حضرت مجدد الف ثانیؒ، مریدین شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، مریدین خواجہ معین الدین چشتیؒ اور دیگر تمام مشائخ عظام کے خلفاء اور مریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے اور سب کے سب اولیاء کرام تھے۔ اس زمانہ میں بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں

تعداد میں اولیاء کرام موجود ہیں۔

۳۔ اولیاء کرام کی صفات وہی ہوں گی جو حدیث نمبر ۱۳ میں مذکور ہوئیں اور ان صفات کے لوازم اور علامات بھی ان مبارک ہستیوں میں موجود ہوں گے۔

۴۔ اولیاء کرام اس زمین پر مختلف مقامات پر موجود ہوں گے کسی خاص جگہ کی تخصیص لازم نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کا انکار کفر ہے

تمام اولیاء اللہ کو ماننا اور کسی ایک ولی سے انکار کرنا کفر ہے، جس طرح تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا اور صرف ایک نبی سے انکار کرنا کفر ہے" حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ" کی درج ذیل عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک ولی اللہ سے انکار کرنا بھی جمہور کے نزدیک کفر بواح ہے۔

وقال السیدی افضل الدینؒ لو ان انسانا احسن الظن بجمیع اولیاء اللہ الا واحدا منھم بغیر عذر مقبول فی الشرع لم ینفعہ حسن الظن عند اللہ ولذلک لا تجد ولیا حق لہ قدم الولایۃ الا وھو مصدق بجمیع اقرانہ من الاولیاء لم یختلف فی ذلک اثنان کما انہ لم یختلف

حضرت سید افضل الدینؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی انسان تمام اولیاء پر نیک گمان کرتا ہے لیکن صرف ایک ولی اللہ پر کسی واضح شرعی عذر کے بغیر بدگمانی کرتا ہے تو اس کی دوسرے اولیاء کرام کے ساتھ نیک گمانی اللہ کے نزدیک اس شخص کے لیے مفید نہیں۔ اس لیے کہ ہر برحق ولی اللہ دوسرے تمام اولیاء کرام کی ولایت کی تصدیق کرتا ہے اس امر میں کوئی سے دو اولیاء کے درمیان اختلاف نہیں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے بارے

كانوا موتى وكلهم احياء عند من يعرفهم بحياة بانفسهم سواء عرفهم من ينكر عليهم او لم يعرفهم والنكر من لم يعرف من احوالهم الصحيحة وافعالهم المستقيمة عند الله تعالى فهو كفر صريح والمنكر كافر باجماع المسلمين على مقتضى جميع مذاهب اهل الاسلام لانه انكر دين الاسلام والشريعة محمدية وهو لا يعرف انه انكر ذلك لجهله وغباوة بل يظن انه انما انكر امرا باطلا وفعلا قبيحا تصوره في نفسه وحكم بانه فعل ذلك الولي او قوله فحكم بسببه على ذلك الولي بانه ليس بولي وان فاسق او كافر او ملحد او زنديق والولي في حقيقة امره من حيث لا يعلمه الله تعالى عنه بري عن جميع ما اعتقاده فيه

اولیاء خداوند قدوس کی حیات سے زندہ ہیں جو کوئی ان کی پہچان رکھتے اور نفس کے لحاظ سے نہیں کیونکہ حیات نفس کے لحاظ سے تمام اولیاء کرام مردہ ہیں خواہ منکر نے پہچان لیا ہو یا نہ پہچانا ہو اور انکار کرنے لگا خواہ وہ منکر اولیاء کرام کے احوال صحیحہ اور افعال مستقیم عند اللہ تعالیٰ سے ناواقف ہو تب بھی یہ انکار کفر صریح ہے اور منکر اجماع مسلمین اور جمیع مذاہب اسلام کے نزدیک کافر ہے کیونکہ یہ منکر دین اسلام اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنے لگا۔ اور منکر نہیں سمجھتا کہ وہ اسلام سے منکر ہے اس لیے کہ منکر جاہل اور غبی ہے اگرچہ مدعی علم ہو بلکہ گمان کرتا ہے کہ میں امر باطل اور فعل قبیح کا منکر ہوں اور اپنے نفس میں یہ تصور کرتا ہے کہ یہ امر باطل ولی کا قول یا فعل ہے پس اس وجہ سے ولی اللہ پر فتویٰ لگایا کہ یہ ولی اللہ نہیں بلکہ فاسق یا کافر یا ملحد یا زندیق ہے۔ حالانکہ وہ ولی اللہ نفس الامر میں اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق منکر کی منسوب کردہ تہمت سے بری ہے اور قبیح اعمال سے بری

ذلك المنكر وعمه ذلك الذي
انكر عليه وقوله ذلك الذي
انكره عليه ليس شيء منهما باطلا
في الشريعة ولا كفرا ولا الحادا
ولا زندقة بل ذلك الفعل
طاعة وقربة الى الله وذلك
القول قول حق وصواب وهو
محض ايمان وحقيقة معرفة و
ايقان. ولكن سماه ذلك المنكر
كفرا والحادا وزندقة لمحض
جهله وعناده وعدم اعترافه
بالقصور عن علوم الاولياء و
معارف الصديقين وعدم
احساسه بطمس بصيرة وعمى
قلبه عن ادراك مداركهم
والكشف عن حقائق اسرارهم
ولمعات انوارهم فالمنكر
يتقلب في اودية الكفر و
الضلال والالحاد والزندقة
وهو معتقد انه يتقلب في
اودية الايمان والطاعة

سے مجتنب ہے۔ اور ولی اللہ کے افعال
میں سے اور اس کے اقوال میں سے جس
کا منکر انکار کرتا ہے کوئی بھی فعل یا قول
باطل فی الشریعت، کفر، الحاد، اور زندقہ
نہیں ہے بلکہ یہی افعال طاعت اور قرب
خداوندی کا ذریعہ ہیں اور ولی اللہ کا قول
حق، صواب، ایمان محض، حقیقی معرفت اور
حقیقی یقین ہے لیکن اس منکر شخص نے اس
قول حسن کو کفر، الحاد اور زندیقیت تصور کیا
کیونکہ منکر جاہل محض اور معاند محض ہے اور
اولیاء کرام کے علوم عالیہ سے قاصر ہونے
کی بنا پر اعتراف نہیں کرتا۔ اور صدیقین کے
معارف سے اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور
اپنی بصیرت کی بربادی کو محسوس نہیں کرتا اور
اپنے دل کے عدم ادراک کے سبب اولیاء
کے علم سے آگاہ نہیں اور ان کے اسرار کے
حقائق اور انوار کے لمعات سے بھی واقف
نہیں۔ پس منکر اولیاء کفر، گمراہی، الحاد اور
زندیقیت کے بیابانوں میں گھومتا رہتا ہے
اور منکر کا گمان ہے کہ میں با ایمان اور مطیع
لوگوں کو خطا اور گمراہی سے بچانے کے

وارشد الناس الى الاحتراز
من الخطأ والضلال والنصيحة و
الهدى ولا يشعر ...... ولا
يعذرون المنكرين بالجهل لان
لهم مندوحة عن الانكار بايكال
الامر الى الله تعالى والتسليم فيما
لا يعرفه والاعتراف بان الله
تعالى يعلم من احوال الناس مالا
يعلمه هو والجهل اى الشريعة
ليس بعذر فى مثل هذا اذ هو
مثل جهل يهود والنصارى و
المجوس وعباد الاصنام بما جاء
به محمد صلى الله عليه وسلم من
الحق والدين الصحيح فانه ليس
بعذر عند اهل التصديق بذلك
كما انه ليس بعذر عند الله
تعالى ۔

یہ نصیحت اور ہدایت کے بیابانوں میں
چکر لگاتا ہوں ۔ اور منکرین حقیقت حال کا شعور
نہیں رکھتے ...... اور منکرین جہل سے
معذور نہیں ہیں ۔ کیونکہ ان کے پاس انکار
سے بچنے کے لیے راہ موجود ہے اور وہ
یہ کہ اس امر کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں اور
جن چیزوں سے واقف نہیں ان امور میں
تسلیم کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ امور جانتا
ہے جو منکرین نہیں جانتے اور جہل اس
طرح کے امور میں منکرین کا عذر نہیں ہو سکتا
کیونکہ یہ جہل یہود، نصاریٰ، مجوسیوں،
اور بت پرستوں کے جہل کی طرح ہے۔
کہ وہ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے حق حقیق اور دین صحیح سے جاہل تھے۔
پس یہ اہل تصدیق کے نزدیک عذر ہرگز ہرگز
نہیں ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک
بھی عذر نہیں۔

(حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول صفحہ ۲۴۱، ۲۴۲)

علم باطن اور علم تصوف کا حاصل کرنا

علم باطن اور علم تصوف کا حصول فرض عین ہے۔ تمام بڑے آئمہ کرام اور صوفیہ کرام اس علم کے حصول سے مشرف ہوئے۔ بہت سی احادیث مبارکہ سے بھی علم باطن ثابت ہے اور اولیائے کرام نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔

شرح اربعین کے صفحہ نمبر ۱۱ پر علامہ بلخی رقمطراز ہیں:۔

وما العلم اللدنی الذی یسمون اهلها بالصوفیة الکرام فهو فرض عین لان ثمراتها تصفیة القلب عن اشتغال بغیر الله تعالٰی والصافة بدوام الحضور وتزکیة النفس عن رذائل الاخلاق من العجب والکبر والحسد وحب الدنیا والکسل فی الطاعت وغیرها قال به القاضی ثناء الله پانی پتی فی المظهری وارشاد الطالبین وتصانیفه الاخر قال به الغزالی قال به المجدد والشیخ عبد الحق۔	علم لدنی جس کے اہل صوفیہ کرام کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ کا حصول ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں دل ماسوا اللہ سے صاف ہو کر دوام حضور سے متصف ہو جاتا ہے اور نفس برے اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے مثلاً خود پسندی تکبر، حسد، دنیا کی محبت اور اطاعت میں سستی وغیرہ۔ تصوف کی فرضیت پر قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری اور ارشاد الطالبین وغیرہ کتابوں میں تصریح فرمائی ہے۔ اس بات کی امام غزالیؒ، امام مجددؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی تصدیق کی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت سے بہتر

ہے۔ چنانچہ ... کتب ... صفحہ ... پر یوں تحریر کیا گیا ہے۔

وركعة من عارف ... ركعة ... لأنهم ... يجد واحداً متصفاً بالكرامات والخوارق والمواجيد والأحوال لوقوعهم في الزيغ والضلال فوقعوا في الإنكار للتصوف وأهله ويحسبون أنهم على هدى من ربهم كما هو دأب جميع فرق الضالة .....

عارف کی ایک رکعت نماز غیر عارف عالم کی ایک ہزار رکعت سے بہتر ہے اور تصوف کے بعض مبتدعین کے انکار کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی کرامت، خوارق، مواجید اور احوال سے متصف نہیں ہے۔ چونکہ وہ مبتدعین، کجروی اور گمراہی میں واقع ہوئے ہیں، اس لیے تصوف اور اہل تصوف سے انکار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کی جانب سے ہدایت پر ہیں، جس طرح تمام گمراہ شدہ فرقوں کی پختہ عادت ہے ....

تمام بڑے آئمہ کرام نے علم تصوف حاصل کیا۔ اس سلسلے میں معتبر کتب اور بزرگان دین کی منتخب عبارات تحریر کی جاتی ہیں۔ "شرح اربعین بلبلبی" میں صفحہ ۱۰ تا ۱۲ پر یوں تحریر کیا گیا ہے۔

واخذ التصوف كثير من الثقات كأبي حنيفةؒ من جعفر صادق وفضيلؒ بن عياض والتصوف الشافعي من هبيرة البصريؒ والامام احمد بن حنبلؒ من بشر الحافي والامام محمد بن الحسن الشيبانيؒ من داود الطائي والامام ابو يوسفؒ من حاتم

علم تصوف بہت سے بزرگان دین نے حاصل کیا ہے جیسے امام ابوحنیفہؒ نے جعفر صادقؒ اور فضیل بن عیاضؒ سے اور امام شافعیؒ نے ہبیرہ بصریؒ سے اور امام احمد بن حنبلؒ نے بشر حافیؒ سے اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے داؤد طائی سے اور امام ابو یوسفؒ نے حاتم

الاصح کذا فی جواھر الغیبی صفحہ ۲۳۲۔ واخذ التصوف الامام الغزالیؒ والجامیؒ والنابلسیؒ والشعرانیؒ والرافعیؒ والدمیاطیؒ وسید سند الجرجانیؒ والشیخ عبد الحق الدھلویؒ والعلامۃ علی قاری المکیؒ وخلائق اعلام لا یحصون من زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الان بالتواتر الغیر المنقطع۔

حضرات نے علم تصوف حاصل کیا جیسا کہ جواہر الغیبی کے صفحہ نمبر ۲۳۲ پر مذکور ہے اور امام غزالیؒ، مولانا عبد الرحمن جامیؒ، علامہ شیخ عبد الغنی نابلسیؒ، امام شعرانیؒ، امام شافعیؒ دمیاطیؒ، سید سند جرجانیؒ، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، علامہ ملا علی قاریؒ کی اور دیگر عالی مرتبت لوگوں نے علم تصوف حاصل کیا یہ سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ سے لے کر آج تک مسلسل اور بغیر انقطاع کے جاری ہے۔

درج ذیل حدیث سے صحابہ کرام کے عہد میں علم باطن کا حصول ثابت ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (من العلم) فاما احدھما فبثثتہ فیکم واما الاخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم (الحلقوم) (بخاری)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو اقسام کے علوم سیکھے ایک کو میں نے تم پر ظاہر کر دیا ہے اور دوسرے کو ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے گا۔

نیز اس حدیث میں علم کی دو اقسام بتائی گئی ہیں۔ ایک سے مراد علم ظاہر اور دوسری سے مراد علم باطن یا علم اسرار ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ حدیث مذکور کی شرح میں "اشعۃ اللمعات" جلد اول صفحہ ۱۷۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وگفتہ اند کہ مراد بہ اول علم احکام و اخلاق است کہ مشترک است میان خواص و عوام و

اور کہتے ہیں کہ پہلی قسم سے مراد احکام اور اخلاق کا علم ہے جو عام و خاص سب کیلئے

ثانی علم اسرار کہ محفوظ و مصئون است	مشترک ہے۔ اور دوسری قسم علم اسرار ہے۔
از اغیار از جہت تاریکی و پوشیدگی آن	جو غیروں کی (جہالت، تاریکی سے محفوظ کیا
و عدم وصول فہم ایشان بدان مخصوص	گیا ہے جو ان کی عقل و سمجھ میں نہیں آسکتا
است بہ خواص از علماء باللہ از	اور وہ خاص حصہ ہے۔ علماء ربانی کا جو اہل
اہل عرفان۔	عرفان میں سے ہیں۔

ملا علی قاریؒ بھی حدیث مذکور کی شرح میں "مرقات شرح مشکوٰۃ" جلد اوّل صفحہ ۳۱۳ پر رقمطراز ہیں۔

فاما احدھما وھو علم الظاھر	پس ان دونوں علوم میں سے ایک علم ظاہر
من الاحکام والاخلاق فبثثتہ	ہے جو کہ احکام اور اخلاق کا علم ہے۔ جو میں
ای اظھرتہ بالنقل فیکم و	نے تم پر واضح کیا یعنی نقل کے ذریعہ تم پر
اما الاخر وھو علم الباطن	ظاہر کیا۔ اور دوسری قسم کا علم جو کہ علم باطنی
فلو بثثتہ ای نشرتہ وکرتہ لکم	(اسرار و حقائق) ہے اگر میں اس کو بھی ظاہر
بالتفصیل قطع ھذا البلعوم	کروں اور تفصیلاً بیان کروں تو میرا حلق
(بضم الباء ای الحلقوم) لان	کاٹ دیا جائیگا۔ (بلعوم ب کی پیش سے حلقوم
اسرارہ حقیقۃ التوحید مما	کو کہتے ہیں) کیونکہ حقیقت اسرار توحید کی
یعسر التعبیر عنہ علی وجہ	صحیح تعبیر کرنا انتہائی مشکل ہے لہٰذا جس کسی
المراد ولذا کل من نطق بہ	نے اس کی بات کی ہے تو وہ حلول اور
وقع فی توھم الحلول والاتحاد	اتحاد میں واقع ہوگیا۔ کیونکہ عوام کا فہم مقصود
اذا فھم العوام قاصر عن	کے ادراک سے قاصر ہوتا ہے۔ اسی لیے
ادراک المرام ومن کلام الصوفیۃ	صوفیہ کرام نے فرمایا ہے کہ احرار (عارفین)
صدور الاحرار قبور الاسرار۔	کے سینے اسرار خداوندی کے لیے دفینے ہوتے

ہیں۔ یعنی وہ اسرار کو ظاہر نہیں کرتے۔ بلکہ
اسمار صفات کے متعلق علوم و معارف کے بیان
میں اجمال اور رمز و اشارہ سے کام لیتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف سے علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ علم باطن کے ثبوت اور تجلیات ربانیہ کے ورود پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال جاء الناس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا نجد فی نفوسنا ما یتعاظم احدنا ان یتکلم بہ فقال او قد وجدتموہ؟ قالوا نعم قال فذلك من صریح الایمان انتھی و ان سؤلھم انما کان فی المعارف الالھیۃ والتجلیات الربانیۃ التی یخاف من النطق بھا الوقوع فی الکفر کما اشار الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ لھم ذلك من صریح الایمان وان سؤلھم لم یکن فی شیٔ من مبادی السلوك کاصلاح فرائضھم وسننھم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے اندر ایسی چیزیں (اسرار) پاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی ایک کو بھی اس پر تکلم کرنا مشکل ہوتا ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا آپ نے یہ چیزیں پالیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صریح ایمان ہے اور اُن کا سوال معارف الٰہیہ کے متعلق تھا کہ اُنکے بارے میں بات کرنے سے کفر میں واقع ہونے کا خوف ہوتا ہے، جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول سے اشارہ فرمایا کہ یہی چیز صریح ایمان ہے، اور اُن کا سوال مبادی سلوک کے متعلق نہیں تھا جیسا کہ اپنے فرائض اور سنن کی اصلاح کرنا وغیرہ کیونکہ اُن کے متعلق سوال کرنا مومن کے نفس

لان ذلک لا یتعاظم فی نفس المومن السوال عنہ ۔

کیلئے مشکل نہیں ہوتا۔ بعض شارحین نے اس سے مراد وسوسہ لیا ہے لیکن یہ بات نہایت ضعیف ہے کیونکہ وسوسہ نفس ایمان نہیں ہوتا تو صریح ایمان کیسے ہو سکتا ہے جو کہ کامل اور صحیح ایمان ہے۔

"انوار قدسیہ فی معرفۃ قواعد الصوفیہ" صفحہ ۴۱

علوم کی اقسام کے درمیان درجات کے فرق کو امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ نے رسالہ "مبداُ و معاد" صفحہ ۵۸ میں بیان فرمایا ہے۔

شرف علم باندازہ شرف و رتبہ معلوم است۔ معلوم ہر چند شریف تر آن عالی تر پس علم باطن کہ صوفیہ بآن ممتاز اند۔ اشرف باشد از علم ظاہر کہ نصیب علما ظواہر است۔ بر قیاس شرافت علم ظاہر بہ علم حیاکت و حجامت۔

علم کی فوقیت اس کے شرف اور رتبہ سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ جس قدر فوق ہو گا بڑے رتبے کا ہو گا۔ پس صوفیہ اس لیے اشرف ہیں کہ علم باطن سے ممتاز ہیں۔ علم ظاہر کی نسبت جو ظاہری علماء کے حصے میں ہوتا ہے تو اس سے کپڑے بُننے اور بال کاٹنے کے علم پر علم ظاہر کی برتری کا خیال کرنا چاہیے۔

پس یہی علم باطن ہے کہ جس کو علم تصوف، طریقت، سلوک، تزکیہ و تصفیہ، احسان اور علم لدنی وغیرہ مختلف ناموں سے مختلف زبانوں میں موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے "مالا بدمنہ" میں کتاب الاحسان کے نام سے ایک مستقل باب شامل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

این ہمہ کہ گفتہ شد (یعنی اقسام عبادات) صورت اسلام و ایمان و شریعت است۔ و مغز و حقیقت او در خدمت

عبادات کی مختلف اقسام کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب اسلام، ایمان اور شریعت کی مختلف صورتیں ہیں اور اس (عبادات)

درویشان باید جست وخیال نکرد کہ حقیقت خلاف شریعت است کہ این سخن جہل وکفر است بلکہ عین شریعت است کہ در خدمت درویشان چون قلب از تعلق علمی وجہی کہ بماسوی اللہ داشت پاک شود ورذائل نفس برطرف گشتہ نفس مطمئن شود و اخلاص بہم رساند. شریعت در حق او باز مغز شد ونماز او عند اللہ تعلق دیگر بہم رساند۔ دو رکعت او بہتر از لک رکعت دیگران باشد۔ وہمچنین صوم وصدقہ او (و دیگر عبادات)

کی حقیقت اور روح کو درویشوں کی خدمت میں تلاش کرنا چاہیے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے۔ بلکہ ایسا کہنا جہالت اور کفر ہے۔ اور یہی شریعت ہے کہ درویشوں کی محبت میں رہ کر دل علمی وجہی کے تعلق سے ماسوی اللہ سے پاک ہو جاتا ہے اور نفس کی خرابیاں دور ہو جاتی ہیں نفس مطمئن ہو جاتا ہے اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر شریعت اس کے حق میں روح (مغز) بن جاتی ہے۔ اس کی نماز خدا کے نزدیک ایک دوسرا تعلق پیدا کر لیتی ہے۔ اس کی دو رکعت نماز اوروں کی لاکھ نماز سے بہتر ہوتی ہے۔ اسی طرح روزہ اور صدقہ اور دوسری عبادات بہتر ہوتی ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ علم تصوف فرض علوم میں سے ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

واما العلم اللدنی الذی یسمون اهلها بالصوفیة الکرام فهو فرض عین لان ثمراتها تصفیة القلب عن اشتغال بغیر الله تعالٰی واتصافه بدوام الحضور

اور علم لدنی کہ جس کے حاملین کو صوفیہ کرام کہا جاتا ہے کا حصول فرض عین ہے۔ کیونکہ اس علم کا ثمرہ یہ ہے کہ دل ماسوا اللہ تعالٰی کے اشتغال سے صاف ہو جائے اور دوام حضور سے متصف ہو جائے اور نفس بھی رذیلہ

رذائل الاخلاق من العجب والکبر
والحسد وحب الدنیا والکسل
فی الطاعات وایثار الشهوات و
الریاء والسمعة وغیر ذلك و
تجلیتها بکرام الاخلاق من توبة
والرضا بالقضا والشکر علی النعماءُ
والصبر علی البلاء وغیر ذلك
ولاشك ان هذه الامور محرمات
وفرائض علی کل بشر اشد تحریما
من معاصی الجوارح واهم
افتراضا من فرائضها. فالصلوٰة
والصوم وشیٔ من العبادات لا
یعبأ بشیٔ منها مالم تقترن بالاخلاص
والنیة قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم ان الله لایقبل من
العمل الا ما کان له خالصا وابتغی
به وجهه (رواه النسائی عن ابی امامہ) وقال
علیه السلام ان الله لاینظر الی
صورکم واموالکم ولکن ینظر
الی قلوبکم (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ)
وکل ما یترتب علیه من

باتوں سے پاک ہو جائے مثلاً خود پسندی،
تکبر، حسد، محبت دنیا، طاعات میں سستی
کرنا شہوات نفسانی کو پسند کرنا، ریاکاری
اور سمعہ وغیرہ۔ نیز وہ اخلاق حمیدہ سے متصف
ہو جائے۔ مثلاً توبہ کرنا، تقدیر پر راضی ہونا
نعمتوں پر شکر کرنا، اور مصیبتوں پر صبر کرنا وغیرہ
اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ اخلاق
رذیلہ ہر بشر مکلف پر جسمانی اعضاء کے
محرمات سے زیادہ محرمات ہیں اور مذکورہ
اخلاق حمیدہ ہر بشر مکلف کے اعضاء کے
فرائض سے زیادہ اشد فرائض ہیں، کیونکہ نماز،
روزہ اور دوسری عبادات اسوقت تک
مقبول نہیں ہیں جبتک اخلاص قلب اور صدق نیت
نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول فرماتا ہے جو
خالص اس کی رضا کے حصول کے لیے ہو اور
اس عمل کا مقصود رضائے الٰہی کی طلب ہو
(رواہ نسائی) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور
تمہارے مال کو نہیں دیکھتا وہ تمہارے دلوں
کو دیکھتا ہے (رواہ مسلم) اور یہ قاعدہ کلیہ

الفروض الاعیان فھو فرض عین ۔	ہے کہ جس چیز پر فرض عین مرتب ہوتا ہے تو یہی مرتب علیہ بھی فرض عین ہے (اور اللہ بہتر
واللہ اعلم ۔	جانتا ہے)

تحصیل کمالات باطنیہ کی فرضیت اور وجوب کے بارے میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی مشہور کتاب "ارشاد الطالبین" کے صفحہ ۱۳ - ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں ۔

طلب طریقت وسعی کردن برائے تحصیل کمالات باطنی واجب است چراکہ حق تعالیٰ فرماید یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۲) یعنی اے مسلمانان! پرہیز کنید از نامرضیات خدا ۔ کمال پرہیزگاری یعنی درظاہر و باطن چیزے خلاف مرضی خدا تعالیٰ نباشد ۔ از عقاید و اخلاق بکمال تقویٰ و امر برائے وجوب می باشد ۔ وکمال تقویٰ بدون ولایت صورت نہ بندد ۔ چنانچہ ذکر کردہ شد رذائل نفس از حسد و حقد و کبر و ریا و سمعہ وعجب ومنت وغیرہ آنکہ حرمت آن از کتاب وسنت واجماع ثابت است تاکہ زائل نشو وکمال تقویٰ ۔ چگونہ	طریقت کی طلب کرنا اور باطنی کمالات کے حصول کے لیے کوشش کرنا واجب ہے ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیساکہ ڈرنے کا حق ہے" یعنی اے مسلمانو! خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے پرہیز کرو ۔ کمال پرہیزگاری یہ ہے کہ ظاہر اور باطن میں کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو ۔ تقویٰ کے کمال کے لیے بہترین عقائد اور اخلاق ضروری ہیں ۔ ولایت کے بغیر کمال تقویٰ کی کوئی صورت نہیں بنتی چنانچہ کہا گیا ہے کہ نفس کی خرابیوں مثلاً حسد، کینہ، تکبر، ریاکاری، سمعہ، خود پسندی اور خوشامد وغیرہ سے بچا جائے کیونکہ کتاب و سنت اور اجماع سے ان کی حرمت ثابت ہے ۔ اور یہ اس لیے ہے کہ تقویٰ کا کمال

صورت بندد و این متعلق است به
فنائے نفس و ترک معاصی کہ تقویٰ عبارت
ازان است و معبر است بصلاح
جسد کہ ثمرہ صلاح قلب است چنانچہ
در حدیث مذکور شدہ اند و آنرا
صوفیہ فنائے قلب گویند ولایت
عبارت از فنائے نفس است۔
صوفیان گفتہ اند کہ راہی کہ ما در صدد
آنیم ہمگی ہفت گام است۔ یعنی
فنائے لطائف خمسہ عالم امر قلب،
روح، سر، خفی، اخفی، فنائے نفس
و تصفیہ لطیفہ قالبیہ کہ عبارت از صلاح
جسد است۔ و تقویٰ بکثرت نوافل
تعلق ندارد۔ و تقویٰ عبارت است
از اتیان واجبات و پرہیز کردن از
منہیات۔ ادائے فرائض و واجبات
بدون اخلاص ہیچ ندارد۔ قال اللہ
تعالیٰ فاعبد اللہ مخلصا لہ
الدین (سورہ الزمر آیت ۲)
و پرہیز از منہیات بدون فنائے
نفس صورت نمی بندد پس تحصیل کمالات

زائل نہ ہو جائے۔ اس کی صورت ایسے بنتی
ہے کہ فنا نفس اور گناہوں کے ترک کرنے
سے متعلق ہے اور تقویٰ اسی سے عبارت
ہے اور جسم کی بھلائی کا ذریعہ ہے اور اس کا
ثمر قلب کی بھلائی ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک
میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے اور صوفیہ کرام اس
کو فنائے قلب کہتے ہیں۔ ولایت فنائے
نفس سے عبارت ہے۔ صوفیہ کرام کہتے ہیں
کہ وہ راستہ جس کے ہم قریب ہیں صرف سات
قدم کے فاصلے پر ہے۔ یعنی عالم امر کے پانچ
لطائف کا فنا قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ،
فنائے نفس اور لطیفہ قالبیہ کی صفائی کہ ان
سے جسم کی بھلائی عبارت ہے۔ اور تقویٰ کا
تعلق نوافل کی کثرت سے نہیں
ہے بلکہ تقویٰ واجبات پر عمل کرنے اور نواہی
سے پرہیز کرنے سے عبارت ہے۔ فرائض
اور واجبات کی ادائیگی اخلاص کے بغیر قابل
اعتبار نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے "پس آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ
کی عبادت کرتے رہیے"۔ اور نواہی سے پرہیز
فنائے نفس کے بغیر ناممکن ہے۔ پس ولایت

ولایت از فرائض آمده ...... پس سعی در ترقی مقامات قرب و تحصیل تقویٰ دائما واجب گشتہ وطلب زیادہ علم باطن از فرائض آمدہ ۔ قال اللہ تعالیٰ: قل رب زدنی علما (سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۴) یعنی بگو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ الٰہی علم من زیادہ کن و قناعت از مراتب قرب حرام است بر کامل ۔ چنانچہ حرام است بر ناقص ......

کے کمالات کا حصول فرائض کی ادائیگی سے ممکن ہے ..... پس قرب کے مقامات میں ترقی کی کوشش کرنا اور تقویٰ کے حصول کی کوشش کرنا ہمیشہ کے لیے واجب ہے اور علم باطن میں زیادتی کی طلب کرنا بھی فرائض میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و قل رب زدنی علما یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہیے کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔ اور قرب کے مراتب پر قناعت کرنا کامل پر اتنا ہی حرام ہے۔ جتنا کہ ناقص پر .....

پس علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی اس عمدہ عبارت سے واضح ہوا کہ علم باطن کا حصول فرض عین ہے اور اس کی طلب بھی ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کی عدم طلب حرام اور موجب فسق ہے اور اس کا انکار کفر بواح ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ ولایت لطائف سبعہ کی فنا پر موقوف ہے اور لطائف کے اسماء بھی ثابت ہوگئے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جب فنائے قلب اور فنائے نفس حاصل ہو جائے تو ولایت کا حصول یقینی ہو جاتا ہے اور فنا اشتغال ماسوا اللہ کی نجات سے عبارت ہے اور ماسوای اللہ کی نجات سے قلب کا تصفیہ ہوتا ہے اور اخلاص قلبی بذکر اللہ پر موقوف ہے جب سالک کا قلب اور دیگر لطائف مذکورہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زندہ ہو کر فنا فی اللہ ہو جائیں تو سالک ولی اللہ بن جاتا ہے۔

قدوۃ المحققین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریف

مکتوب نمبر ۲۱۹ صفحہ ۱۲۷ - ۱۲۸ جلد اول میں رقمطراز ہیں کہ علم باطن کے حکما حاذق یعنی کامل و مکمل مشائخ، کی صحبت میں برائے کمالات باطنیہ حاضر ہونا فرض عین ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق - (مرقات شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۳۱۳)

جس کسی نے علم ظاہری تو حاصل کیا اور علم تصوف حاصل نہ کیا تو یقیناً فاسق ہو گیا۔

اسی طرح امام الائمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

لولا السنتان لهلك النعمان (نقلہ، الحادی والحدیقہ در رد المختار جلد اول صفحہ ۴۵)

اگر میرے دو سال تحصیل کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا۔

ان دو سالوں سے مراد وہ دو سال ہیں جن میں امام اعظمؒ نے امام جعفر صادقؒ کے پاس طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ میں کمالات باطنیہ حاصل کیے اور طریقہ قادریہ علویہ میں علوم باطنی حضرت فضیل بن عیاضؒ سے حاصل کیے۔ محرمات ظاہرہ اور باطنیہ سے اجتناب اور فرائض ظاہرہ و باطنہ پر امتثال ان دونوں علوم پر مبنی ہے اور ان دو علوم کے بغیر محرمات کا ارتکاب اور فرائض کا ترک کرنا لازم آتا ہے جو کہ ہلاکت ہے۔ ان مذکورہ تمام دلائل سے واضح ہوا کہ علم باطن کی طلب فرض عین ہے اور عدم طلب فسق ہے۔

علم ظاہر اور احکام شرعیہ کا علم فنون مدونہ پر موقوف نہیں، بلکہ خواہ فنون مدونہ کے ذریعہ حاصل ہو جائے یا صحبت علمائے راسخین میں ان کے اقوال سننے سے حاصل ہو جائے یا مشائخ کبارؒ کے عمل سے فقر اور علم حاصل کیا جائے تو ان تمام صورتوں میں علم ظاہر سے اتصاف صحیح ہے بلکہ مؤخر الذکر خیر القرون اور خصوصاً عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں معمول تھے۔

وارث کامل کی تعریف

نبی مکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین صرف اور صرف وہ مبارک ہستیاں ہیں جو متابعت کے درجات سبعہ پر عمل پیرا ہیں۔ علمائے ظواہر میں اگر صحیح عقیدہ، عمل اور علم ہے تو وہ پہلے درجہ متابعت میں داخل ہیں اور غربا کی صف میں ہیں وارثین کامل نہیں ہیں۔ خصوصاً امراض باطنیہ اور علل معنویہ سے غیر سالک علمائے ظواہر ضرور متصف ہوتے ہیں جن کا ازالہ دوسرے درجہ متابعت اور ارباب سلوک کے ساتھ مختص ہے۔ اسی لیے امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ من تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق (مرقات جلد اول صفحہ ۳۱۲) اسی طرح صحت عقیدہ اور ظاہری اعمال صالحہ سے متصف علما ظواہر بھی وارث نہیں ہیں بلکہ غربا میں داخل ہیں کیونکہ وارث تو قرب اور جنسیت کی وجہ سے مورث کے جمیع ترکہ سے حصہ لیتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح جمیع احکام شرعیہ کے ظاہراً تابع تھے اسی طرح ان کا باطن بھی علل معنویہ سے صاف تھا۔ اور نفس بھی مطمئن تھا بلکہ دوسروں کے باطن اور نفس کا تزکیہ بھی فرماتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم۔ اور ان کے عناصر بھی معتدل تھے۔ اور کمالات ثلاثہ، حقائق سبعہ، حب صرف اور لاتعین اور عبدیت وغیرہ تمام مقامات پر بدرجہ اتم واکمل سرفراز تھے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابع اور وارث حقیقی صرف وہی اصحاب ہوں گے جو انہی کمالات سے علی سبیل التبعہ متصف ہوں گے۔ ورنہ وہ غربا کی صف میں داخل ہوں گے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ وارثین وہ ہیں جو علم الاحکام اور علم الاسرار

دونوں کے جامع ہوں گے اور اگر ایک علم میں حصہ رکھتے ہیں اور دوسرے سے محروم ہیں تو عالم مطلق اور وارث نہیں بلکہ ظاہراً عالم مقید اور باطناً غرما میں سے ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ کیجیے۔

چون مبحث علم وراثت درمیان بوده چند کلمہ ازان مقولہ بمقتضائے وقت نوشتہ آمد۔ در اخبار آمدہ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علیکہ از انبیاء باقی ماندہ است دو نوع است۔ علم احکام وعلم اسرار۔ عالم وارث کسے است کہ اورا از ہر دو نوع ہم بودہ، نہ کہ اورا از یک نوع نصیب بود نہ از نوع دیگر کہ آن منافی وراثت است۔ چہ وارث را از جمیع انواع ترکہ مورث نصیب است نہ از بعض دون بعض و آنکہ اورا از بعض معین نصیب است داخل غرما است کہ نصیب او بجنس حق او تعلق گرفتہ است۔ وہمچنین فرمودہ علیہ السلام علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ مراد از علماء علمائے وارثان اند نہ غرما کہ نصیب از بعضے ترکہ فرا گرفتہ اند چہ وارث

جب علم وراثت کی بحث چھڑ گئی تو وقت کے باعث چند باتیں تحریر کر دی گئیں۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ انبیاء سے جو علم ملا ہے وہ دو اقسام کا ہے۔ ایک علم احکام اور دوسرا علم الاسرار۔ عالم وارث وہ ہوتا ہے کہ جس کو دونوں اقسام کے علم سے حصہ ملا ہو نہ کہ وہ جسے صرف ایک قسم کا نصیب ہوا اور دوسرا نہ ہوا ہو یہ وراثت کے اصول کے خلاف ہے کیونکہ وارث کو اپنے مورث کے تمام ترکہ سے حصہ ملتا ہے نہ کہ بعض ترکہ سے اور اگر اس کو کل کی بجائے بعض میں سے حصہ ملتا ہے تو وہ غرما میں داخل ہے کیونکہ اسکا حصہ اس کے تعلق کی بنا پر ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ ان علماء سے مراد علمائے وراثت ہیں نہ کہ غرما کہ ان کو ترکہ کے بعض میں سے حصہ

را بواسطہ قرب و جنسیت بمورث میتوان گفت بخلاف غریم کہ ازین علاقہ خالی است ۔ پس ہر کہ وارث نبود ، مگر آنکہ علم او را مقید بیک نوع سازیم وگوئیم کہ عالم علم احکام است ۔ و عالم مطلق آن بود کہ وارث باشد و از ہر دو نوع علم او را نصیب وافر بود ۔

(مکتوب نمبر ۲۶۸ ۔ حصہ چہارم ۔ جلد اوّل)

مناسب ہے کیونکہ مورث کے قرب (خاندانی تعلق کی بنا پر ہی کسی کو وارث کہا جاتا ہے برخلاف غریم کے کہ اسے یہ تعلق نصیب نہیں ہوتا ۔ پس جو کوئی وارث نہیں وہ عالم بھی نہیں ۔ مگر یہ کہ اسے علم مقید یعنی ایک قسم کا علم حاصل ہو ، اور ہم یہ کہیں کہ وہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہوتا ہے جو کہ وارث ہو اور دونوں طرح کا علم اسے وافر نصیب ہو ۔

حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ علم الاحکام اور علم الاسرار کے جامع علماء ہی اصل وارث ہیں ۔

علمائے راسخین کا مقام

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ رحمۃ اللہ مکتوب نمبر ۱۳ جلد دوم میں فرماتے ہیں کہ علمائے ظواہر کا حصہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) صحت عقیدہ (۲) عمل کامل (۳) علم کامل

اور صوفیہ کرام کا حصہ ان تینوں مذکورہ چیزوں کے ساتھ ساتھ (۱) وجد (۲) حال (۳) علم اور (۴) معارف ہیں۔ جو کہ ولایات ثلاثہ (یعنی ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ اور ولایت علیا) کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور علمائے راسخین کا حصہ ان مذکورہ سات چیزوں کے ساتھ ساتھ علم اسرار و دقائق ہے جو کہ کمالات اور حقائق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ پس ساتوں درجات متابعت سے متصف اشخاص ہی علمائے راسخین ہوتے ہیں کیونکہ رسوخ کے مقام کی ابتدا متابعت کے درجہ چہارم سے ہوتی ہے۔ پس چوتھا، پانچواں، چھٹا اور ساتواں درجہ متابعت رسوخ کے مقامات سے متعلق ہیں۔ اور رسوخ کا مقام شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اتباع سے وابستہ ہے اور درجات ولایت کا حصول بھی اتباع شریعت پر موقوف ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ مقدمہ "نفحات الانس" میں فرماتے ہیں۔

ومن شرط الولی ان یکون محفوظ کما ان من شرط النبی ان یکون معصوما۔

(راسخ فی العلم) ولی اللہ ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ (گناہوں اور معصیات عملی، اعتقادی اور اخلاقی سے) محفوظ ہوگا جس طرح نبی کے لیے شرط ہے کہ وہ تمام گناہوں سے معصوم ہوگا۔

یعنی نبی کے لیے عصمت شرط ہے اور راسخ فی العلم ولی کے لیے حفاظت شرط ہے۔ اس لیے راسخ عالم خلاف شریعت کسی بھی امر کا مرتکب نہیں ہوگا۔

کامل پیر اور ناقص پیر کی علامات

ناقص اور رسمی پیروں نے ہمیشہ خلق خدا کو گمراہ کیا ہے ان کی صحبت سے گریز کرنا چاہیے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں :۔

دست ناقص دست شیطان است و دیو — آن کہ او در دام تکلیف است و ریو

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نشاید داد دست

ترجمہ : ناقص (پیر) کا ہاتھ شیطان اور دیو کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ ہر لمحہ دھوکا و فریب کے جال بچھائے رہتا ہے۔ آدمی کے روپ میں بے شمار شیطان بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر کسی کے ہاتھ میں (بیعت کا) ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

ناقص پیروں کی علامات

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے کہ بہتر (۷۲) گمراہ فرقوں کا اختراع ناقص پیروں سے ہوگا۔ ناقص پیر وہ ہوتے ہیں جنہوں نے :۔

۱۔ سلوک شروع نہ کیا ہو۔

۲۔ ولایت کے مقامات طے نہ کیے ہوں۔ اور رسوخ کے مقام تک نہ پہنچے ہوں۔

۳۔ سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء کو بطریق تمام طے نہ کیا ہو۔

۴۔ فنا و بقا کی دولت سے مشرف نہ ہوئے ہوں۔

۵۔ حیات لطائف، اطمینان نفس، اعتدال عناصر اور اخلاق محمودہ سے متصف نہ

ہوئے ہیں۔

۶۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل طور پر پابند نہ ہوں۔

ناقص پیروں کے لیے شریعت کی رو سے کوئی حقوق ثابت نہیں ہیں۔ اس لیے ان کی صحبت سے فرار واجب ہے۔

کامل پیر کی علامات

کامل و مکمل پیر وہ ہوتے ہیں جو :۔

۱۔ سیر اربعہ، فنا و بقا، مقام رسوخ، اطمینان نفس، اخلاق محمودہ، اعتدال عناصر اور اسرار و دقائق سے بہرہ ور ہوں۔

۲۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل طور پر پابند ہوں۔

۳۔ عقاید اجماعیہ سنیہ کے متبع ہوں اور مذاہب اربعہ میں سے معین مذہب کے مقلد ہوں۔

۴۔ درجات سبعہ متابعت سے متصف ہوں کیونکہ ان تمام درجات متابعت سے متصف ہی حقیقی وارث اور کامل تابع ہوگا۔

مسئلہ تعدد پیر کی وضاحت

اگر کوئی شخص کسی ناقص پیر کا مرید ہو تو وہ فوراً کامل و مکمل پیر کی طرف رجوع کرے۔ اور اگر کسی شخص کا شیخ کامل و مکمل بھی ہو، لیکن وفات پا جائے تو اس کے دفن کرنے سے پہلے دوسرے شیخ کامل مکمل سے بیعت کرنا لازم ہے اگر وہ مرید درجہ کمال تک واصل نہ ہو، اور اگر کوئی شخص کسی شیخ کامل مکمل کا مرید ہے۔ اور وہ آداب طریقت و اتباع شریعت پر کاربند ہے مگر پھر بھی اس شخص کو اس شیخ کامل سے فیض نہیں پہنچتا تو اس صورت میں بھی دوسرے شیخ کامل و مکمل کی طرف رجوع کرنا شرعاً واجب ہے۔ مگر شیخ اول کی بے ادبی سے احتراز کرے گا۔ اور اگر کوئی شخص آداب ظاہری و باطنی بجالانے اور صداقت کامل کے ساتھ ساتھ کامل مکمل شیخ کا مرید اور اس سے شیخ کا فیض اور نورانیت اس کو پہنچتی ہے اور اطمینان نفس، اعتدال عناصر اور حیات لطائف مع حرارت اس کو وقتاً فوقتاً حسب الاستعداد حاصل ہوتے ہیں تو پھر ایسے شیخ کی صحبت اور ملازمت ضروری ہے اور اس سے اعراض کرنا موجب ہلاکت ابدی ہے۔

ذیل میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت دی جاتی ہے۔ اس سے تعدد پیر (پیروں کی زیادہ تعداد)، دوسرا پیر اختیار کرنا، پیر حقیقی کی

تعریف اور پیروں کی اقسام (پیر تعلیم، پیر طریقت، پیر صحبت) جیسے مسائل کی وضاحت ہوتی ہے۔ آپ مکتوبات شریف کے مکتوب نمبر ۲۲۱ دفتر اول حصہ چہارم جلد اول صفحہ نمبر ۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

درین طریق پیری و مریدی بتعلیم و تعلم طریقہ است نہ بکلاہ و شجرہ کہ در اکثر طرق مشائخ رسم شدہ است۔ حتیٰ کہ متاخرین ایشان پیری و مریدی را منحصر بہ کلاہ و شجرہ ساختہ اند۔ ازینجا است کہ تعدد پیر ایشان تجویز نمی فرمایند و معلم طریقت را مرشدی نامند و پیر نمی دانند در رعایت آداب پیری را در حق او بجا نمی آرند۔ این از کمال جہالت و نارسائی ایشان است۔ نمی دانند کہ مشائخ ایشان پیر تعلیم و پیر صحبت را نیز پیر گفتہ اند و تعدد پیر تجویز فرمودہ اند۔ بلکہ در حین حیات پیر اول اگر طالبی رشد خود را در جای دیگر بیند بی انکار پیر اول جائز است کہ بثانی اختیار کند۔ حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہٗ درباب تجویز این معنی از علماء بخارا فتویٰ درست فرمودہ بودند۔ آری اگر از پیری

اس سلسلے میں پیری مریدی سیکھنے اور سکھانے کے انداز میں ہے نہ کہ ٹوپی اور شجرہ میں جیسا کہ اکثر سلسلوں میں مشائخ نے رسم بنالی ہے۔ حتیٰ کہ ان کے متاخرین نے پیری مریدی کا انحصار صرف ٹوپی اور شجرہ پر کیا ہوا ہے۔ اس مقام پر وہ زیادہ پیروں کو تجویز نہیں کرتے اور طریقت کے استاد کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے۔ اور اس کے حق میں پیری کے آداب کی رعایت نہیں کرتے۔ یہ انکی کمال جہالت اور کمزوری کا ثبوت ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو پیری کہا ہے اور زیادہ پیروں کی تجویز دی ہے۔ اگر پہلے پیر کی عین زندگی میں مرید اپنی ہدایت کسی دوسری جگہ دیکھے تو پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرا پیر اختیار کرنا جائز ہے۔ حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہٗ نے اس تجویز کے بارے میں بخارا کے علماء کے فتویٰ کو درست قرار دیا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے

خرقہ ارادت گرفتہ باشد از دیگری خرقہ ارادت نگیرد واگر گیرد خرقہ تبرک گیرد. وازینجا لازم نمی آید کہ پیر دیگر اصلاً نگیرد۔ بلکہ رواست کہ خرقہ ارادت از یکی گیرد و تعلیم طریقت از دیگری وصحبت با ثالث دارد. واگر این ہرسہ دولت از یکے میسر گردد چہ نعمت است وجائز است کہ تعلیم وصحبت از مشائخ متعددہ استفادہ نماید وباید دانست کہ پیر آن است کہ مرید را بحق سبحانہٗ رہنمائی فرماید۔ این معنی در تعلیم طریقت بیشتر ملحوظ است و واضح تر است. پیر تعلیم ہم استاد شریعت است وہم رہنمای طریقت بخلاف پیر خرقہ. پس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر باید آورد۔

خرقہ ارادت حاصل کرلیا ہے تو دوسرے پیر سے حاصل نہ کرے اور اگر لینا ہو تو خرقہ تبرک کے طور پر لے۔ اور یہاں یہ بات لازم نہیں ہے کہ دوسرا پیر بالکل نہ پکڑے. بلکہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ خرقہ ارادت ایک پیر سے لے اور تعلیم طریقت دوسرے پیر سے اور صحبت تیسرے پیر سے رکھے. اور اگر یہ تینوں طرح کی دولت ایک جگہ سے مل جائے تو بہت بڑی نعمت ہے اور اگر تعلیم اور صحبت کئی مشائخ سے حاصل ہو تو یہ بھی جائز ہے. جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہوتا ہے جو مرید کی حق سبحانہٗ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ طریقت کی تعلیم کے لیے اس مفہوم کو واضح طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے، پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی. بخلاف پیر خرقہ کے. اس لیے پیر تعلیم کے آداب کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔

اسی مسئلہ کے بارے میں امام مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریف جلد دوم دفتر ثانی صفحہ ۶۳۰ میں مزید فرماتے ہیں۔

مکتوبی کہ ارسال داشتہ بودند، رسید۔ پرسیدہ بودند کہ باوجود حیات پیر

جو خط بھیجا گیا تھا وہ مل گیا ہے. اس میں پوچھا گیا تھا کہ اگر کوئی مرید پہلے پیر کی زندگی میں

اگر طالبی پیش شیخ دیگر برود طلب حق
جل و علا نماید مجوز است یا نہ. بدانند
کہ مقصود حق است سبحانہ، و پیر وسیلہ
ایست بجناب قدس حق تعالیٰ اگر
طالبی رشد خود را پیش شیخ دیگر بیند و
دل خود در صحبت او با حق سبحانہٗ
جمع یابد روا است کہ در حیات پیر
بی اذن پیر طالب پیش آن شیخ برود
و طلب رشد از و نماید. اما باید
کہ پیر اوّل انکار نہ کند و جز بہ نیکی یاد
نہ نماید۔ علی الخصوص پیری و مریدی
این وقت کہ بیش از رسم و عادت
نماندہ است. اکثر پیران این
وقت از خود خبر ندارند. و ایمان
را از کفر جدائی توانند کرد. از خدا
جل شانہٗ چہ خبر خواہند داشت و
مرید را کدام راہ خواہند نمود۔

شعر

آگاہ از خویشتن چون نیست چنین
کی خبر دار از چنان و چنین

کسی دوسرے پیر کے پاس جائے اور اللہ
جلالہٗ کی طلب کا اظہار کرے تو کیا یہ جائز
ہے؟ جان لو کہ اصل مقصود خدا کی ذات
ہے۔ اس تک رسائی کے لیے پیر فقط
وسیلہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی مرید اپنی ہدایت
کسی دوسرے شیخ کے ہاں دیکھتا ہے اور
اس کی صحبت میں اس کا دل حق تعالیٰ سے
لگ جاتا ہے تو یہ بات جائز ہے کہ پہلے
پیر کی زندگی میں اس کی اجازت کے بغیر
دوسرے پیر کے پاس چلا جائے اور اس سے
رہنمائی طلب کرے۔ مگر یہ لازمی ہے کہ پہلے
پیر سے روگردانی نہ کرے اور ہمیشہ اچھے لفظوں
سے یاد کرے۔ خصوصاً اس وقت کہ جب
پیری مریدی ایک رسم و عادت سے سوا کچھ نہیں۔ آج
کل کے اکثر پیروں کو اپنی خبر نہیں ہوتی وہ
ایمان اور کفر میں فرق نہیں کر سکتے۔ ایسے
پیروں کو خداوند تعالیٰ کے بارے میں کیا
خبر ہوگی اور وہ مریدوں کی طرح رہنمائی
کر سکتے ہیں ؎

جو شخص اپنی ذات سے آگاہ نہیں وہ ادھر ادھر
کے حالات کو کیسے جان سکتا ہے۔

وای بر مریدی کہ برین طور پیر اعتماد کردہ بنشیند و بہ دیگری رجوع نہ کند دراہ خدا جل شانہٗ معلوم نسازد۔ خطرات شیطانی است کہ ازراہ حیات پیر ناقص آمدہ طالب را از حق سبحانہٗ بازمیدارد۔ ہرجا رشد و جمعیت دل یافتہ شود بی توقف رجوع باید کرد داز وسواس شیطانی پناہ باید جست فقط۔

افسوس ایسے مرید پر کہ جو ایسے ناقص پیر پر اعتماد کرتا ہے اور کسی دوسرے پیر کی طرف رجوع نہ کرکے خداوند تعالیٰ کی راہ سے بیخبر رہتا ہے۔ ناقص پیر کے راستے پر چل کر شیطانی خطرات میں گھر جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے راستے سے دور رہ جاتا ہے جہاں بھی دل کو اطمینان اور ہدایت ملے بلاتوقف وہاں رجوع کرلینا چاہیے اور شیطانی وسوسوں سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔ فقط

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر پہلا شیخ مبتدع (بدعتی) نہیں تھا تو اسے نیکی سے یاد کریں ورنہ مبتدع کو نیکی سے یاد کرنے کی بجائے اس کی مذمت کرنا واجب ہے۔ "مکاتیب غلام علی شاہ صفحہ ۸۴، م ۔ ۸۵ پر مذکور ہے۔

بیان معائب اساتذہ کہ در وثوق ایشا قصور است و معائب مشائخ مبتدع لازم است تا مسلمانان پرہیز نمایند۔

ایسے اساتذہ جن کی نقاہت میں کمی ہو، ان کے عیوب اور بدعتی پیروں کی خامیاں بیان کرنا ضروری ہے تاکہ دوسرے مسلمان پرہیز کریں۔

٥ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کا اپنا عمل بھی تعدد پیر کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے متعدد مشائخ سے کئی سلاسل سیکھ کر آخر میں نقشبندیہ سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد باقی سے بیعت کی اور علوم و معارف و کمالات اور حقائق میں رتبہ حاصل کیا۔ ان کے متعلق حضرت شاہ غلام علی دہلوی اپنے مکاتیب صفحہ ۸۷۔م ۔ ۸۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مجددؒ بعد تلقین اذکار چشتیہ و
قادریہ و سہروردیہ از والد خود وانہ
طریقہ کبرویہ از حضرت یعقوب صرفیؒ واز
حضرت خواجہ محمد باقیؒ طریقہ نقشبندیہ
گرفتہ ہمیں صحبت مبارک ایشان
بکمالات ومقامات و حالات و
جذبات وواردات وکیفیات وعلوم
معارف کثیرہ واسرار وانوار بسیار
رسیدند۔ باز ببرکت تربیت آن جناب
بطریق جدیدہ ازموہبت حق سبحانہ
امتیاز یافتند وحضرت خواجہ اثبات آن
فرمودند۔ درین طریقہ جدیدہ حضرت مجددؒ
اصطلاحات ومقامات بسیار اند۔ ودر
ہر اصطلاح کیفیات وحالات علیحدہ و
اسرار وانوار جدا است۔ این طریقہ ایشان
بشہادت علماء وعقلاء قوتی یافت و
عالمی باین طریقہ از واصلان حق
سبحانہ شد۔ الخ

حضرت مجدد نے چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ
کے اذکار اپنے والد سے سیکھنے کے بعد
کبرویہ طریقہ حضرت یعقوب صرفیؒ سے اور
نقشبندیہ کا طریقہ حضرت خواجہ محمد باقیؒ سے حاصل
کیا۔ ان بزرگوں کی مبارک صحبت میں آپ
نے کمالات ومقامات وحالات وجذبات
وواردات وکیفیات اور کثیر علوم معارف
حاصل کیے۔ اور بہت زیادہ اسرار وانوار
کے درجے پر پہنچے۔ پھر آنجناب کی تربیت کی
برکت سے جدید طریقہ سے حق سبحانہ کی بخشش
میں امتیاز حاصل کیا۔ اور حضرت خواجہؒ نے
اس میں مزید اضافہ کیا۔ حضرت مجدد کے اس
جدید طریقہ میں بہت زیادہ اصطلاحات اور
مقامات ہیں۔ اور ہر اصطلاح کی کیفیات و
حالات علیحدہ ہیں۔ اور اسرار وانوار جدا ہیں۔
ان کے اس طریقہ کو علماء وعقلاء کی گواہی
سے تقویت ملی اور ایک جہان اس طریقہ عالیہ کی نسبت
سے حق سبحانہ کے واصلوں میں سے ہوگیا۔

نفحات الانس صفحہ ۵۰۸ - ۵۰۹ پر مولانا عبدالرحمن جامی تحریر کرتے ہیں کہ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی متعدد پیر تھے۔ تعدد شیخ کے جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب کے متعلق حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنے رسالہ ارشاد الطالبینؒ

صفحہ ۲۴ - ۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔
اگر شخصی بخدمت شیخ مدتے بحسن
اعتقاد ماند و در صحبت او تاثیر
نیافت ، واجب است بروی کہ
ترک آن کند و تلاش شیخ دیگر نماید و گرنہ
معبود و مقصودش شیخ باشد نہ
خدا تعالیٰ و این شرک است۔ حضرت
خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ پیر طریقہ
نقشبند می فرماید ؎

باہر کہ نشستی و نہ شد جمع دلت
وز تو نرمید صحبت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزان می باش
ورنہ نکند روح عزیزانؒ بحلت

لیکن ازان شیخ حسن ظن دارد محتمل
کہ آن شیخ کامل مکمل باشد و نزد او
نصیب آن کس نبود۔ و ہمچنین اگر شیخ
کامل و مکمل باشد و ازین جہان
رحلت نمود و مرید بدرجہ کمال نہ
رسید واجب است کہ آن مرید
صحبت شیخ دیگر تلاش کند کہ مقصود
خدا است۔ حضرت مجدد فرمودہ اند کہ

اگر کوئی شخص عرصہ تک کسی شیخ کا مرید ہے
لیکن اس کی صحبت سے اسے فیض حاصل نہ
ہو تو لازم ہے کہ اس کو چھوڑ دے اور کسی
دوسرے شیخ کی تلاش کرے۔ ورنہ اس کا
مقصود و معبود خدا تعالیٰ کے سوا صرف شیخ
ہوگا اور یہ شرک ہے۔ حضرت خواجہ عزیزان
رامیتنیؒ جو سلسلہ نقشبند کے پیر ہیں۔ فرماتے
ہیں۔ ؎ (شعر)

اگر تو نے کسی ایسے (پیر) کے ساتھ اعتقاد رکھا
کہ تیرے دل سے دنیا کی حرص و ہوا ختم نہ
ہوئی تو اس سے اپنا تعلق فوراً ختم کرلے ورنہ
عزیزان کی روح تجھے کبھی معاف نہیں کرے گی۔

لیکن اس شیخ سے قابل برداشت نیک گمان
رکھے کہ وہ شیخ کامل و مکمل تو ہے مگر اس سے
تیرے نصیب میں کچھ نہ تھا۔ اسی طرح اگر شیخ
کامل و مکمل ہو، اور اس دنیا سے رحلت
کر جائے اور اس کا مرید درجہ کمال تک نہ پہنچا
ہو تو لازم ہے کہ وہ مرید کسی دوسرے شیخ کا
مرید ہو جائے۔ کیونکہ مقصود خدا کی ذات ہے
حضرت مجدد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ

صحابہ کرامؓ بعد از نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم بیعت ابابکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی
اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی
اللہ کردند۔ مقصود این بیعت فقط
امور دنیا نبود بلکہ کسب کمالات باطنی
ہم بود۔ اگر کسی گوید کہ فیض اولیاء بعد
موت آنہا باقی است پس طلب
کردن شیخ دیگر عبث است۔
گفتہ شود کہ فیض اولیاء بعد موت
آنہا آن قدر نیست کہ ناقص را بدرجہ
کمال رساند الا نادراً۔ اگر فیض بعد
موت ہماں قسم باشد کہ در حیات
باشد۔ پس تمام اہل مدینہ از عصر پیغمبر
(صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تا این وقت
برابر اصحاب باشند و نیز ہیچ کس محتاج
اولیاء نباشد۔ چگونہ فیض مردہ مثل
زندہ باشد کہ در مفیض و مستفیض مناسبت شروط
است و آن بعد وفات مفقود۔
آری بعد فنا و بقا کہ مناسبت
باطنی حاصل شود فیض از قبور توان
برداشت۔ لیکن نہ آن قدر

کرام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی
اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ کیونکہ اس بیعت
کا مقصد دنیاوی کاموں کے علاوہ باطنی
کمالات کا حصول بھی تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ
اولیاء کا فیض اُن کی وفات کے بعد بھی ویسا
ہی رہتا ہے تو دوسرے شیخ کا مرید ہونے
کی کیا ضرورت ہے تو اسے بتایا جائے کہ
اولیاء کا فیض ان کی وفات کے بعد ویسا
نہیں رہتا کہ کسی ناقص کو درجۂ کمال تک
پہنچا دے مگر کبھی کبھار۔ اگر موت کے بعد
بھی ویسا ہی فیض باقی رہے جیسا کہ زندگی میں
تھا تو پھر تمام اہل مدینہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم)
خدا کے زمانے سے لے کر اب تک برابر
صحابہ ہیں اور کسی کو بھی اولیاء کی ضرورت نہ رہے
مردہ کا فیض زندہ کے فیض جیسا نہیں ہو سکتا
کیونکہ مفیض اور مستفیض میں تعلق کی شرط ہے
جو کہ وفات کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں مگر
فنا و بقا کے بعد باطنی تعلق حاصل ہو جائے
تو قبروں سے بھی فیض حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کہ در حیات باشد۔ واللہ اعلم۔ — مگر اس قدر نہیں جتنا زندگی میں تھا۔ (اور اللہ بہتر جانتا ہے۔)

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ کی سوانح شریفہ میں اپنی کتاب "دلیل العارفین" صفحہ ۶۵ - ۶۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ متعدد مشائخ سے فیض یاب ہیں۔ عبارت یہ ہے:

بطلب خدا مسافر گشت۔ اول بسمرقند رسید و آنجا بحفظ قرآن و تعلیم علوم ظاہری پرداخت و بعد از تحصیل وحصول تفصیل علم عنان توجہ بسوئے عراق منعطف گردانید و در قصبہ ہارون کہ در نواحی نیشاپور است، رسید و بخدمت خواجہ عثمان ہارونی کہ از کبار مشائخ وقت بود، مرید شد و سالہا سال بخدمت آنحضرت ماندہ خدمات شائستہ بجا آوردہ۔ کار باطن بتکمیل رسانید و خرقۂ خلافت یافت۔ بعد ازان روانہ بغداد شد و در اثنای راہ بقصبہ سمان بخدمت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ فائز شد۔ و ازان جا بر کوہ جودی کہ بعد طوفان کشتی نوح علیہ السلام بر آن کوہ قائم شدہ بود، رفت۔ و در آن جا

آپ خدا کی طلب میں مسافر ہوئے پہلے سمرقند گئے اور وہاں حفظ قرآن اور علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے عراق کی جانب رُخ کیا اور نیشاپور کے نواحی قصبے ہارون میں پہنچے۔ وہاں خواجہ عثمان ہارونیؒ جو کہ اپنے وقت کے کبار مشائخ میں سے تھے۔ اُن کے مرید ہوئے اور کئی سال تک ان کی خدمت میں مصروف رہے۔ باطنی علوم مکمل کرنے کے بعد وہاں سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ پھر اس کے بعد بغداد روانہ ہوئے۔ راستے میں سمان نامی قصبے میں پہنچے۔ اور خواجہ نجم الدین کبریٰؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے کوہ جودی پر (جہاں طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہر گئی تھی) گئے اور وہاں پر حضرت غوث

مشرف بشرف خدمت حضرت غوث الاعظم
محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ شد. و
ہم رکاب آنجناب بجیلان و از جیلان بہ
بغداد رسید. چندی بفیض صحبت
آنحضرت مستفیض ماند. و نیز در بغداد بشرف
صحبت شیخ ضیاء الدین پیر روشن ضمیر
شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ
مشرف گشت. و فی بین خواجہ و شیخ
الشیوخ ہم صحبتہا و روابط ہا بوقوع آمد.
من بعد بخدمت باعظمت محبوب سبحانی
خواجہ اوحد الدین کرمانیؒ حاضر شد.
خرقہ خلافت یافت پس ازان ہمدان
آمد و استفادہ باطن از مقبول یزدانی
خواجہ یوسف ہمدانیؒ نمودہ ازینجا متوجہ
تبریز شد و مشرف بشرف زیارت حضرت
ابو سعید تبریزیؒ کہ پیر طریقت شیخ جلال الدین
تبریزیؒ بود شد. و فائدہ صحبتہائے برداشت
و از انجا رونق افزائے اصفہان شد.
چندے مستفیض صحبت محبوب
رحمانی شیخ محمود اصفہانیؒ کہ قطب
وقت بود، ماند. من بعد بہ مہمند

الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی خدمت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ
سرکار کے ساتھ جیلان سے ہو کر بغداد پہنچے
آپ نے آنحضرت کی صحبت سے کچھ فیض
حاصل کیا اور بغداد میں شیخ ضیاء الدین پیر
روشن ضمیر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ
کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ اس دوران
خواجہ صاحب اور شیخ الشیوخ سے کئی
صحبتیں اور روابط قائم ہوئے۔ اس کے
بعد محبوب سبحانی خواجہ اوحد الدین کرمانیؒ
باعظمت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ
خلافت پایا۔ اس کے بعد ہمدان میں آگئے۔
اور مقبول یزدانی خواجہ یوسف ہمدانیؒ سے
باطنی طور پر استفادہ کیا۔ یہاں سے تبریز کی
جانب گئے اور وہاں حضرت ابو سعید تبریزیؒ
جو کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے پیر طریقت
تھے کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور ان
کی صحبت سے بہت فائدہ اٹھایا۔ وہاں
سے اصفہان میں رونق افروز ہوئے اور وہاں
محبوب رحمانی شیخ محمود اصفہانیؒ جو کہ اپنے
وقت کے قطب تھے۔ سے کچھ فیض حاصل

تشریف برد. و خواجہ ابو سعید مہندیؒ را دریافت
و نیز در استرآباد رسیدہ مشرف بشرف
خواجہ ناصر الدین استرآبادیؒ کہ شیخ عظیم القدر
و کامل الولایت از اولاد شیخ بایزید بسطامی
بود، گردید و در آن وقت وی یک صد
و بست و ہفت سال عمر داشت و
نیز صحبت او شیخ ابو الخیرؒ و شیخ ابو الحسن
خرقانیؒ میگردند. من بعد در غزنی آمد و
چند ایام بشمس العارفین شیخ عبد الواحد
غزنوی کہ پیر شیخ نظام الدین ابو المؤیدؒ بود
صحبت ہا داشت. و سوائے این حضرات
عالی درجات از دیگر صدہا اولیاء اللہ و
مشائخ عالی جاہ فیض باطنی یافت و
از جناب ربانیؒ مأمور بسمت ہندوستان
روانہ گشت و در لاہور تا دو ماہ بر مزار
پر انوار مخدوم سید علی ہجویریؒ لاہوری
متعکف ماندہ و بتاریخ دہم ماہ محرم
سال پانصد و شصت بیک رونق افزائی
دار الخیر اجمیر گشت و در آنجا اول شخصیکہ
بشرف ارادت آنحضرت مشرف
شد میر سید حسن خنگ سوار بود. کہ

کیا۔ اس کے بعد مہند تشریف لے گ
اور خواجہ ابو سعید مہندیؒ کے پاس گئے
استرآباد پہنچ کر خواجہ ناصر الدین استرآبا
جو کہ عظیم القدر اور کامل الولایت شیخ
شیخ بایزید بسطامیؒ کی اولاد میں سے تھے،
زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت
آپ کی عمر مبارک ۱۲۷ سال تھی اور ش
ابو الخیرؒ اور شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کی صحبت
سے فیض یاب ہوئے۔ اس کے بعد غز
میں آئے اور چند دن شمس العارفین شیخ
عبد الواحد غزنویؒ جو کہ شیخ نظام الدین ابو الم
کے پیر تھے، ان عالی مرتبت حضرات کے
کے علاوہ دیگر سیکڑوں اولیاء اللہ اور مشائخ
عالی جاہ سے باطنی فیض حاصل کیا اور جناب
ربانیؒ سے ہندوستان کی جانب روانہ ہوئے
اور لاہور میں مخدوم سید علی ہجویری لاہوریؒ
کے مزار پُر انوار پر دو مہینے اعتکاف کیا اور
دس محرم ۵۶۰ ہجری کو دار الخیر اجمیر شریف
میں رونق افروز ہوئے۔ وہاں پر جس شخص
نے سب سے پہلے آپ سے بیعت کی وہ
میر سید حسن خنگ سوار تھے۔ پہلے ان کا شیعہ

اول ازاں مذہب شیعہ داشت وبعد ازاں تائب شدہ مرید گشت وبمراتب رسید...۶
مذہب تھا۔ پھر توبہ کر کے مرید ہوئے اور اعلیٰ درجات تک پہنچے.....

حضرت علامہ رؤف احمد جو کہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلفاء کرام میں سے ایک ممتاز خلیفہ ہیں۔ اپنی کتاب " درالمعارف " جو کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے میں صفحہ ۱۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت ایشان ارشاد فرمودند کہ طالب را بیعت از شیوخ متعدد نمودن جائز است۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیعت نمودند بعد از وفات ایشان از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مصافحہ بیعت کردند۔ وظاہر است کہ بیعت صحابہ کرامؓ از خلفاء راشدین برائے انتظام اخرویہ بود نہ دنیویہ۔ پس ازینجا معلوم شد کہ تکرار بیعت جائز است در طریقت۔

(آپ (شاہ غلام علیؒ) نے ارشاد فرمایا کہ طالب حق کو کئی مشائخ سے بیعت کر لینا جائز ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی ان کی وفات کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کی خلفائے راشدین سے یہ بیعت آخرت کے لحاظ سے تھی نہ کہ دنیاوی لحاظ سے۔ پس اس طرح معلوم ہوا کہ بار بار بیعت کرنا طریقت میں جائز ہے۔

حضرت علامہ بدر الدین سرہندی اپنی کتاب " حضرات القدس " کے صفحہ ۲۸-۳۰ پر رقمطراز ہیں کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے متعدد مشائخ سے متعدد سلاسل کا فیض حاصل کیا ہے۔ عبارت یہ ہے:

وانتساب آں در سلسلہ چشتیہ بوالد خود شیخ عبد الاحدؒ است ووالد ایشان را انتساب

سلسلہ چشتیہ میں ان کی نسبت اپنے والد شیخ عبد الاحدؒ سے ہے اور ان کے والد

به شیخ رکن الدینؒ است ....
ونیز حضرت ایشان را انتساب در سلسله
قادریه بدین طریق است که آنحضرت را
انتساب بوالد خود و وے را بشیخ
رکن الدینؒ مذکور.... ونیز حضرت
ایشان را در سلسله قادریه باوجود نظر قبولیت
از حضرت شاه کمال کیتھلیؒ انتساب بشاه
سکندر نبیره شاه مشار الیه است که
باوجود پسر خود شاه عماد خلافت به نبیرهٔ
مذکور عنایت فرموده ...... و
انتساب آنحضرت قدس سره بسلسله
عالیه نقشبندیه بتفصیل و تعدد طرق
در دفتر اول این کتاب ذکر
یافته است ۔

کی نسبت شیخ رکن الدین سے ہے ...
اور سلسلہ قادریہ میں ان کی نسبت بھی ا
طرح ان کے والد سے ہے اور اُن ک
نسبت مذکور شیخ رکن الدینؒ سے تھی
.... نیز سلسلہ قادریہ میں حضرت شا
کمال کیتھلیؒ کی نظر قبولیت کے باوجود ا
کی نسبت اُن کے نواسے شاہ سکند
سے تھی۔ کیوں کہ انھوں نے خلافت
اپنے بیٹے شاہ عمادؒ کے باوجود اپنے نوا
مذکور کو عنایت کی تھی ...... او
آنحضرت قدس سرہٗ کی سلسلہ عالیہ نقشبند
میں نسبت کی تفصیل اور تعداد اس کتاب
کے درمیان میں دفتر اول میں بیان کرد
گئی ہے۔

الغرض تعدد پیر ایک اجماعی اور متواتر امر ہے جو بعض صورتوں میں ناجائز ہے
مثلاً مرید کا شیخ اکمل العصر ہو، اور بعض صورتوں میں جائز ہے مثلاً مرید کے شیخ
کے علاوہ کوئی اور شیخ اکمل اور سلاسل متعددہ کا جامع مل جائے اور بعض صورتوں میں
واجب ہے اور تعدد پر عمل نہ کرنا حرام بلکہ شرک اور پیر پرستی میں داخل ہوتا ہے۔
مثلاً مرید کا پیر ناقص ہو یا مرید کا شیخ کامل وفات پا جائے اور مرید مرتبۂ کمال
تک واصل نہ ہو۔

استادِ علمِ ظاہر اور استادِ علمِ باطن کے مراتب

علم دو طرح کا ہے۔ علم ظاہر اور علم باطن۔ علم باطن کا حصول، احکام شرعیہ کی طرح فرض عین ہے۔ (جیسا کہ گزشتہ صفحات پر ثابت ہو چکا ہے) اور علم باطن، علم ظاہر سے اشرف ہے۔ اس لیے علم باطن کے استاد کا درجہ اور رتبہ علم ظاہر کے استاد سے زیادہ ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ علوم شرعیہ ظاہرہ اور باطنیہ کے معلم اعظم ہیں۔ ان کی مجددیت، علمیت اور ثقاہت پر علماء اور اولیاء کا اتفاق ہے۔ وہ اپنے رسالہ "مبدا و معاد" صفحہ ۵۸ ۔ ۶۰ منہا صفحہ ۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

شرافت علم باندازہ شرف و رتبہ معلوم است معلوم ہرچند شریف تر علم آن عالی تر۔ پس علم باطن کہ صوفیہ بآن ممتاز اند۔ اشرف باشد از علم ظاہر کہ نصیب علماء ظواہر است۔ برقیاس شرافت علم ظاہر بر علم حجامت وحیاکت۔ پس رعایت آداب پیر کہ علم باطن را ازو اخذ کنند باضعاف زیادہ باشد از رعایت آداب استاد کہ علم ظاہر ازو استفادہ نمایند۔ . . . . . .

علم کی برتری اس کے رتبہ اور فوقیت سے معلوم ہوتی ہے۔ جتنا علم زیادہ رتبے والا ہوگا اتنا زیادہ عالی ہوگا۔ پس علم باطن جس سے صوفیہ کرام مشرف ہیں علم ظاہر سے جو کہ ظاہری علماء کے پاس ہے زیادہ مرتبے والا ہے۔ بالکل ایسے جیسا کہ علم ظاہری دینی کو دوسرے علوم صنعت و حرفت پر فضیلت حاصل ہے۔ پس اس پیر کے آداب کا لحاظ جس سے علم باطن سیکھا ہے، اس استاد کے آداب سے جس سے علم ظاہر حاصل کیا ہے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ . . . . . .

باید دانست کہ حقوق پیر فوق حقوق
سائر ارباب حقوق است ، بلکہ
نسبت ندارد حقوق پیر حقوق دیگران
بعد از انعامات حضرت سبحانہ'
و احسانات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم او . . . . . .

جاننا چاہیے کہ پیر کے حقوق دوسرے تمام
لوگوں کے حقوق پر فوقیت رکھتے ہیں بلکہ
اللہ تعالیٰ کے انعامات اور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے احسانات کے سبب پیر کے
حقوق کی دوسروں کے حقوق سے کوئی
نسبت نہیں ہے . . . . . .

نجاسات معنویہ مرید را پیر است کہ
بقلب و روح خود کناسی می نماید
و تطہیر انکنبہ او می فرماید . . . . . .

مرید کی باطنی آلائشوں کو پیر اپنے قلب و
روح سے صاف کرتا ہے اور اسکو گناہوں
سے پاک کرتا ہے . . . . . .

پیر است کہ بتوسل او بخدا می رسند
عزوجل کہ فوق جمیع سعادات ،
دنیویہ و اخرویہ است ، پیر است
کہ بوسیلہ او نفس امارہ کہ بالذات
خبیث است مزکی و مطہر می گردد
از امارگی باطمینان می رسد و از
کفر جبلی باسلام حقیقی می
آید . . . . . . ع

یہ پیر ہی ہے کہ اس کے ذریعے سے خدائے
عزوجل جو کہ تمام دنیوی اور اخروی نیکیوں
سے بالا ہے ، پہنچتے ہیں۔ یہ پیر ہی ہے ، کہ
اس کے وسیلہ سے انسان نفس امارہ جو کہ
سراپا خباثت ہے ، سے پاک و صاف
ہو جاتا ہے۔ انسان امارگی سے اطمینان حاصل
کرتا ہے اور فطری کفر سے حقیقی اسلام میں
آجاتا ہے . . . . . . ع

گر بگویم شرح این بیحد شود

اگر اسکی تفصیل بیان کروں تو بہت طویل ہوگی

پس سعادت خود را در قبول پیر باید
دانست و شقاوت خود را در رد او۔
نعوذ باللہ سبحانہ' من ذلک ۔ رضائے

پیر کی خوشی میں اپنی نیکی سمجھنی چاہیے اور
اس کی ناراضگی میں بدبختی ۔ اللہ پاک اس
سے پناہ دے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیر کی

حق سبحانہٗ در پس پردہ رضائے پیر نہادہ اند تا مرید در مراضی پیر گم نسازد بمرضات حق سبحانہٗ نرسد۔ آفت مرید در آزار پیر است ......

رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے، جب تک مرید اپنی خواہشات کو پیر کی رضا میں فنا نہ کرے حق تعالےٰ سبحانہٗ کی رضا کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا پیر کی تکلیف میں مرید کیلئے مصیبت ہے۔.......

ازار پیر بیخ شقاوت است مر مرید را ....

پیر کی تکلیف مرید کے لیے بدبختی کی بنیاد ہے۔ .....

خللے در معتقدات اسلامیہ و فتور در اتیان احکام شرعیہ از نتائج و ثمرات آنست۔ از احوال و مواجید کہ با باطن تعلق دارد خود چہ گوید۔ (یعنی بطریق اولیٰ از درمیان ختم می شود) و اثری از احوال۔ اگر باوجود آزار پیر باقی ماند از استدراج باید شمرد۔ کہ آخر بخرابی خواہد کشید و از غیر ضرر نتیجہ نخواہد داد۔

اگر اسلامی اعتقادات میں خلل آجائے اور شرعی احکام پر عمل کرنے میں خرابی ہو تو اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ احوال اور مواجید کہ جن کا تعلق باطن سے ہے آپ خود کہتے ہیں (یعنی پہلے طریقہ سے درمیان میں سے ختم ہو جاتا ہے) اور اگر احوال کے اثرات پیر کی تکلیف کے باوجود باقی رہیں تو انہیں استدراج سمجھا جائے۔ کیونکہ جب تک خرابی نہیں نکلے گی۔ بے ضرر نتیجہ بھی نہیں ملے گا۔

اس عبارت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ پیر کے حقوق ظاہری علم کے استاد کے حقوق پر فوقیت رکھتے ہیں۔

لطائف کے بارے میں علمی تحقیق

انسان کے سینے میں لطائف موجود ہیں جو کسی شیخ کامل مکمل کی بھرپور توجہ سے
حرکت پذیر ہو جاتے ہیں۔ ان لطائف کے اسماء اور ان کے کمالات نصوص قطعیہ
اور احادیث صریحہ سے ثابت ہیں۔ نیز آئمہ کرام اور بزرگان دین کے اقوال و احوال
سے بھی ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

اسماء لطائف کے بارے میں قرآنی ارشادات

(۱) ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

(سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵)

اور یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے (یعنی عالم امر کا دوسرا طبقہ ہے) اور تم لوگوں کو اس کے بارے میں کم علم دیا گیا ہے۔

اس آیت میں لطیفہ روح کا ثبوت اور اسم مقدس واضح ہے۔

(۲) لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید۔

(سورہ ق آیت ۳۷)

یہ اس آدمی کیلئے نصیحت ہے جس کے لیے (لطیفہ) قلب ہو۔ یا وہ متوجہ ہو کر کان لگا دیتا ہو۔

(۳) فویل للقاسیه قلوبھم من ذکر اللہ۔

(سورہ الزمر آیت ۲۸)

پس اُن لوگوں کے لیے ہلاکت ہے۔ جن کے قلوب ذکر خداوندی سے سخت ہیں۔ (یعنی ذکر خداوندی سے جاری نہیں ہوتے)

(۴) ولا تطع من غفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا۔
(سورہ الکہف آیت ۲۸)

اور اس شخص کی اطاعت نہ کرو جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا۔ وہ اپنی خواہش نفسانی کا تابع ہے اس کا کام زیادتی کرنا اور حد سے تجاوز کرنا ہے۔

ان تینوں آیات میں لطیفہ قلب جو کہ حقیقت جامعہ ہے اور تجلی صفات فعلیہ کے ورود کا محل ہے، مراد ہے۔ اور ظاہری گوشت کا لوتھڑا یعنی مضغہ مراد نہیں ہے۔

(۵) فانہ یعلم السر واخفٰی
(سورہ طٰہٰ آیت ۷)

پس اللہ تعالیٰ سر (عالم امر کا تیسرا طبقہ) اور اخفیٰ (عالم امر کا پانچواں طبقہ) کا علم رکھتا ہے۔

اس آیت سے سر اور اخفیٰ ثابت ہیں۔

(۶) ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔
(سورہ یوسف آیت ۵۳)

تحقیق نفس بہت زیادہ برائیوں پر امر کرنے والا ہے مگر وہ نفس جس پر میرے پروردگار نے رحم فرمایا ہو۔ (وہ نفس مطمئنہ ہے)

(۷) یایھا النفس المطمئنۃ۔ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔
(سورہ الفجر آیت ۲۷ - ۲۸)

اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی جانب رجوع کرو اس حالت میں کہ تم اپنے رب سے راضی اور تمہارا پروردگار تم سے راضی ہو۔

(۸) واذکر ربک فی نفسک
(سورہ الاعراف آیت ۲۰۵)

اور اپنے (لطیفہ) نفس میں اپنے پروردگار کا ذکر کرو۔

احادیث مبارکہ دربارۂ لطائف

(۱) الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکھا عند ملیککم وارفعھا

کیا میں آپ کو آپ کے تمام اعمال میں بہترین عمل نہ بتاؤں جو آپ کے پروردگار کے

فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والورق و خیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم قالو بلی قال ذکر اللہ قال ابن الملک المراد من الذکر قلبی۔ (رواہ مشکوٰۃ)

نزدیک پاک عمل ہو اور آپ کے درجات کو بلند کرنے والا ہو، اور تمہارے لیے چاندی اور سونے کے ڈھیر سے بھی بہتر ہو تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ ضرور یہ عمل بتائیے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ذکر قلبی ہے جیسا کہ ابن الملکؒ نے بھی اس سے ذکر قلبی مراد لیا ہے۔

(۲) عن عائشةؓ قالت افضل الذکر الخفی الذی لایسمعه الحفظة سبعون ضعفاً۔ (الحدیث کذا فی الحاوی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بہتر ذکر خفی کا ہے اور حفظہ فرشتے بھی نہیں سُن سکتے۔ یہ ذکر ماتحت کی نسبت ستر گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

اس حدیث سے لطیفہ خفی کا اسم اور ذکر ثابت ہے۔

(۳) عاد نفسك التی بین جنبیك (الحدیث)

اپنے نفس سے عداوت کرو جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

(۴) عاد نفسك فانه انتصب بمعاداتی۔ (الحدیث)

اپنے نفس کے ساتھ عداوت کرو کیونکہ وہ میری عداوت پر مقرر ہے (جو کہ کفر ہے)

(۵) من ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی (الحدیث)

جس نے مجھے لطیفہ نفس میں یاد کیا میں اُسے بنفس بلا کیف میں یاد کرتا ہوں۔

مذکورہ آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے لطیفہ نفس اور اس سے جہاد کرنا ثابت ہے اور اُن سے لطیفہ نفس میں ذکر کرنا بھی ثابت ہے۔ اور نفس جسم لطیف ہے جو کہ جسم کثیف میں ساری ہے مگر اس کا مرکز منبت شعر ہے۔ نفس سات قسم کا ہوتا ہے۔

۶

۱۔ نفس امارہ۔
۲۔ نفس لوامہ۔
۳۔ نفس ملہمہ۔
۴۔ نفس مطمئنہ۔
۵۔ نفس راضیہ
۶۔ نفس مرضیہ اور
۷۔ نفس کاملہ۔

جہاد اکبر نفس امارہ کے ساتھ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ مطمئنہ ہو جائے۔ پس اطمینان نفس کے بعد یہی جہاد اکبر پھر عناصر اربعہ کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ جسے لطیفۂ قالب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (جیسا کہ امام مجددؒ نے مبدا و معاد اور مکتوبات شریف میں حقیقت بیان کی ہے) اور ان عناصر اربعہ (لطیفۂ قالب) کا ثبوت صدقات کے باب میں حدیث ترمذی سے بھی ملتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ سے لطائف خمسہ عالم امر (قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) اور لطائف خمسہ عالم خلق (نفس اور عناصر اربعہ) صریحی طور پر ثابت ہیں۔

لطائف کے ثبوت میں اولیائے امت اور علماء راسخین کے اقوال

(۱) مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ اپنی مثنوی شریف میں لطائف خمسہ عالم امر کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

پنج حسی است جز این پنج حس — آن چون زر سرخ واین حس ہا چو مس
اندران بازار کاہل محشر اند — حس مس را چون حس زر کے خرند
سخرہ حس اند اہل اعتزال — خویش را سنی نماید از ضلال
ہر کہ در حس ماند او معتزلیست — گرچہ گوید سنیم از جاہلیست

(ترجمہ: ان پانچ حِسوں کے علاوہ اور بھی پانچ حِسیں ہیں۔ وہ سونے کی مانند ہیں

اور یہ تانبے کی طرح۔ اس بازار میں اہل محشر کا میلہ لگا ہے۔ سونے جیسی عمدہ چیز کو چھوڑ کر تانبے جیسی نکمی چیز کون خریدتا ہے۔ اہل اعتزال اس حس کی بیگار میں ہیں اور گمراہی کے سبب خود کو سنی ظاہر کرتے ہیں۔ جو کہ حس کا قیدی ہو گیا وہ معتزل ہے اگر وہ خود کو سنی کہتا ہے تو یہ اس کی جہالت ہے۔ مولانا رومؒ نے لطائف پنجگانہ عالم امر سے ناواقف اور محروم مدعی سنیت کو معتزلہ سے تشبیہ دی ہے کیونکہ دونوں کے باطن علل معنویہ سے ملوث اور مکدر ہیں۔ اس لیے حقیقت کو نہیں پا سکتے۔

(۲) حضرت خواجہ فرید الدین عطار قدس سرہٗ لطیفہ سر کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ذکر خاص الخاص ذکر سر بود ‌ ‌ ‌ ‌ ہر کہ ذاکر نیست او خاسر بود

ترجمہ: خاص الخاص لوگوں کا ذکر سر کا ذکر ہوتا ہے۔ جو آدمی ذکر نہیں کرتا وہ خسارے میں رہتا ہے۔

(۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ لطائف خمسہ عالم امر کے بارے میں مکتوبات شریف دفتر اول جلد اول صفحہ ۹۶ تا ۹۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

بیان جواہر خمسہ عالم امر بطریق بسط و تفصیل ممکن نیست۔ سعادت دارین وابستہ باتباع سید کونین علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ اتمہا عن التحیات اکملہا است۔ فلسفی کہ دیدہ بصیرت او بکحل متابعت صاحب شریعت علیہ السلام مکتحل نشدہ است از حقیقت عالم امر نابینا است۔ نظر کوتاہ او مقصور بر عالم خلق است و در آنجا نیز ناتمام	عالم امر کے پانچوں جواہر کا تفصیل و وضاحت سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ دونوں جہانوں کی نیکی سید کونین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے۔ ایسا فلسفی جو اپنی بصیرت کی آنکھ میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا سرمہ نہیں ڈالتا وہ عالم امر کی حقیقت کو دیکھنے سے قاصر (اندھا) ہے اس کی تنگ نظر عالم خلق تک محدود ہے۔ اور وہاں بھی پوری طرح کام نہیں کرتی،

است جواہر خمس (یعنی (۱) حال (۲)، محل (۳) صورت (۴) نفس و (۵) عقل)، کہ اثبات نمودہ اند ہمہ در عالم خلق اند۔ نفس ناطقہ خود ہمین نفس امارہ است کہ بتزکیہ محتاج است۔ و بالذات ہمت او بدنات ولیتی است۔ بعالم امر اورا چہ نسبت و تجرد را با و چہ مناسبت؟ و عقل خود ادراک نمی کند از معقولات مگر اموری را کہ بمحسوسات مناسبت دارند بلکہ حکم محسوسات پیدا کردہ اند اما امری کہ بمحسوسات مناسبت ندارد و شبہ و مثال او در مشاہدات پیدا نیست۔ در عقل نمی آید و بند او بکلید عقل نمی کشاید۔ لہذا نظر او از احکام بی چونی کوتاہ است و در غیب محض گمراہ و این علامتی عالم خلق است عالم امر را رو بہ چونی است و توجہ بہ بیچونی۔ ابتدا عالم امر۔ از مرتبہ قلب است و فوق قلب روح است و فوق روح سر است و فوق سر خفی است و فوق خفی

کی صلاحیت بھی نہیں رکھتی۔ پانچوں جواہر یعنی حال، محل، صورت، نفس اور عقل کہ جن کی تصدیق ہو چکی ہے۔ سب عالم خلق کے اندر ہیں، نفس ناطقہ خود نفس امارہ ہے جو پاکی صفائی کا محتاج ہے۔ اور اپنی ذات میں کمینہ اور ذلیل ہے۔ اس کو عالم امر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے اور اکیلے کا اس سے کیا تعلق؟ اور عقل بھی معقولات کا ادراک نہیں کر سکتی سوائے ان کاموں کے جن کا احساس سے تعلق ہے بلکہ حکم محسوسات پیدا کیے جاتے ہیں، لیکن وہ امر جس کا احساس سے تعلق نہیں اور مشاہدات میں انکی کوئی مثال نہیں وہ بھی عقل میں نہیں آسکتا۔ اور ان تالوں کو عقل کی چابی کھول نہیں سکتی لہذا اس کی نظر بے مثال احکام سے قاصر ہے۔ اور پوشیدہ امور سے ناواقف۔ اور یہی عالم خلق کی نشانی ہے۔ عالم امر کا رُخ بیچونی کی طرف ہے اور بیچونی کی طرف توجہ سے عالم امر کی ابتدا ہوتی ہے۔ پہلا مرتبہ قلب ہے۔ قلب سے بلند روح ہے۔ رُوح سے بلند سر ہے اور سر سے بلند خفی ہے اور خفی

اخفیٰ است ۔ پنجگانہ عالم امر را اگر
جواہر خمسہ گویند گنجائش دارد۔ و فلسفی
از کوتاہ نظری خذف ریزہ چند را
فراہم آوردہ جواہر انگاشتہ است۔
ادراک این جواہر خمسہ عالم امر و اطلاع
بر حقائق اینہا نصیب اکمل تابعان
محمد صلی اللہ علیہ وسلم است۔ و چون در
عالم صغیر کہ انسان است نمونہ است
از آنچہ در عالم کبیر است۔ در عالم کبیر
نیز اصول این جواہر خمسہ ثابت باشند۔
عرش مجید مبدا را این جواہر عالم کبیر
است در رنگ قلب انسان۔ و باین
مناسبت قلب را نیز عرش اللہ تعالیٰ
گویند۔ و باقی مراتب جواہر پنجگانہ فوق
العرش اند۔ عرش برزخ است درمیان
عالم خلق و عالم امر در عالم کبیر در
رنگ انسان کہ برزخ است درمیان
عالم خلق و عالم امر در عالم صغیر۔ قلب
و عرش اگرچہ در عالم خلق ظاہر
اند اما از عالم امر اند۔ نصیبی از
بی چونی و بیچونگی دارند۔ اطلاع

خفی سے بلند اخفیٰ ہے۔ عالم امر کے انہی
پانچوں مراتب کو اگر جواہر خمسہ کہا جائے تو
مناسب ہے اور فلسفی نے اپنی کوتاہ نظری
کے سبب چند ٹھیکروں کو ہی جواہر سمجھ لیا ہے
عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور انکے
حقائق کا علم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل
اتباع کرنے والوں کے نصیب میں ہے۔
عالم کبیر میں جو کچھ ہے عالم صغیر میں انسان
اسکا صرف نمونہ ہے۔ عالم کبیر میں بھی ان
جواہر خمسہ کا اصول ثابت ہے۔ عرش مجید عالم
کبیر کے ان جواہر کا مبدا ہے اور انسان کے
قلب کے رنگ میں ہے۔ اسی مناسبت سے
قلب انسان کو اللہ تعالیٰ کا عرش کہا جاتا
ہے اور باقی جواہر پنجگانہ کے مراتب عرش
سے اوپر ہیں۔ عرش عالم کبیر میں عالم خلق اور
عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور عالم
صغیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان
انسان کے برنگ برزخ ہے۔ قلب اور
عرش اگرچہ عالم خلق میں ظاہر ہیں لیکن اصل
میں ان کا تعلق عالم امر سے ہے۔ وہ بے چونی
اور بے چونگی کا حصہ رکھتے ہیں۔ ان جواہر خمسہ

بر حقیقت این جواہر خمسہ کمل افراد اولیاء اللہ را مسلم است کہ مراتب سلوک را بہ تفصیل گزرانیدہ بہ نہایت النہایت رسیدہ اند ؎

کی حقیقت کا علم کمل افراد یعنی اولیاء اللہ کے لیے تسلیم شدہ ہے کہ انہوں نے سلوک کے مراتب تفصیلاً طے کیے ہیں اور انتہائی آخر تک پہنچے ہوئے ہیں ؎

ہر گدائے مرد میدان کی شود
پشۂ آخر سلیمان کی شود

ہر بھکاری بہادر اور دلیر نہیں ہو سکتا اور کوئی مچھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقابلہ پہ نہیں آسکتا.

واگر بہ محض فضل ایزدی تعالیٰ شانہٗ بصیرت صاحب دولتی را بہ تفصیل مرتبۂ وجوب علیٰ حسب الامکان واکشایند مطالعہ اصول این جواہر داران موطن نیز نماید و این جواہر صغیرہ و کبیرہ را در رنگ ظلال آن جواہر حقیقۃ معلوم فرماید۔ ع

این کار دولت است کنون تا کرا رسد

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

(سورہ الحدید آیت ۲۱)

اور اگر فقط اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاحب نعمت کی بصیرت کے لیے اس کے حسب الامکان مرتبۂ وجوب کو تفصیلاً کھول دیا جائے تو اس مقام کے جواہر داروں کے اصول کا مطالعہ بھی ظاہر ہوگا اور ان صغیرہ وکبیرہ جواہر کا علم ان جواہر حقیقیہ کے ظلال کے رنگ میں دیا جائیگا۔ ع

یہ نعمت کا معاملہ ہے جو ہر کسی کو میسر نہیں

یہ اللہ پاک کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے اور اللہ پاک بڑے فضل والا ہے۔

باید دانست کہ ابتداء آن جواہر از صفات اضافیہ است کہ برزخ اند بین الوجوب والامکان۔ وفوق این باصفات حقیقیہ کہ روح را از تجلیات

جاننا چاہیے کہ ان جواہر کی ابتداء صفات اضافیہ سے ہوتی ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ ہے اور ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں کہ جن کی تجلیات روح کو

این ہا نصیب است وقلب را بصفات اضافیہ تعلق است۔ وبہ تجلیات اینہا مشرف است وبقیہ این جواہر علیا سر، خفی، اخفیٰ، کہ فوق صفات حقیقیہ اند داخل دائرہ حضرت ذات اقدس اند۔ لہٰذا بتجلیات این مراتب سہ گانہ راتجلیات ذاتیہ می گویند سخن ازینجا راندن مصلحت نیست۔ ع
قلم اینجا رسید وسر بشکست

کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور قلب کا تعلق صفات اضافیہ سے ہے اور اُن کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے اور باقی اعلیٰ یعنی سر، خفی اور اخفیٰ، جو صفات حقیقیہ سے بلند ہیں خداوند قدوس کی ذات کے دائرہ میں داخل ہیں اس لیے ان تینوں مراتب کی تجلیات کو ذاتی تجلیات کہتے ہیں۔ اس سے آگے خاموش رہنے میں ہی مصلحت ہے۔ ع
قلم اس جگہ پہنچا تھا کہ اس کا سر ٹوٹ گیا (یعنی کچھ لکھنے کے قابل ہی نہ رہا)

(۴) امام علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ اپنی کتاب "ارشاد الطالبین" صفحہ ۱۴ پر لطائف کے کمالات اور فرضیت تصوف کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

صوفیہ گفتہ اند کہ راہی کہ بہ صدد ما آید ہمگی ہفت گام است یعنی فنائے لطائف خمسہ عالم امر (۱) قلب (۲) روح (۳) سر (۴) خفی (۵) اخفیٰ (۶) فنائے نفس و (۷) تصفیہ لطیفہ قالبیہ کہ عبارت از صلاح جسد است۔ تقویٰ بکثرت نوافل تعلق ندارد وتقویٰ عبارت است از اتیان واجبات و پرہیز کردن از منہیات آدائی فرائض واجبات

صوفیہ کرام کہتے ہیں کہ وہ راہ جو ہمیں درپیش ہے۔ ساری سات قدموں پر مشتمل ہے یعنی عالم امر کے پانچ لطائف قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ اور فنائے نفس اور لطیفہ قالبیہ کی صفائی اور یہ کہ جسم کی بھلائی بھی اسی سے عبارت ہے۔ تقویٰ کا کثرت نوافل ادا کرنے سے تعلق نہیں ہے بلکہ تقویٰ کا مطلب ہے واجبات کا ادا کرنا اور نواہی سے بچے رہنا۔ فرائض اور واجبات اگر

بدون اخلاص ہیچ اعتبار ندارد۔ قال اللہ تعالیٰ فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین (سورہ الزمر آیت ۲) و پرہیز از منہیات بدون فنائے نفس صورت نمی بندد۔ پس تحصیل کمالات ولایت از فرائض آمدہ۔

خلوص سے ادا نہ کیے جائیں تو بیکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پس آپ خالص اعتقاد کر کے اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے۔ اور فنائے نفس کے بغیر نواہی سے پرہیز ممکن نہیں۔ پس ولایت کے کمالات کا حصول فرائض کی ادائیگی سے ہے۔

۵۰) امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے رسالہ "مبدا المعاد" جلد ۲ صفحہ ۲۰ پر لطائف خمسہ عالم امر کے اسماء، ثبوت، کمالات اور ظہور کے بارے میں فرماتے ہیں۔

و مما ینبغی ان یعلم ھھنا من بعض المعارف العالیہ لیوسل بہ الی نہایہ النہایہ و غایۃ الغایۃ فاقول بتوفیق اللہ سبحانہ ان ما ظھر فی العالم صغیرا اجمالا و نعنی بالعالم الصغیر الانسان فاذا اصقل العالم الصغیر و نور ظھر فیہ بطریق المرأۃ جمیع ما فی العالم الکبیر تفصیلا لانہ با لصقالۃ والتنویر قد اتسع و غاب فزال حکم صغرہ۔ و کذا الحال فی القلب الذی نسبۃ مع العالم الصغیر

اس موقع پر بعض معارف عالیہ کا معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے ذریعے نہایت النہایت اور غایت الغایت کا مفہوم واضح ہو جائے۔ پس میں ان معارف کو توفیق الٰہی بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ جو کچھ عالم کبیر میں مفصلاً ظاہر کیا گیا ہے وہ عالم صغیر میں اجمالاً ظاہر ہوتا ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے پس عالم صغیر کو صیقل کر کے منور کیا جاتا ہے تو اس میں آئینے کی طرح عالم کبیر کی تمام چیزیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کیونکہ صیقل اور منور کرنے سے اس کا احاطہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اس وقت صغیر کا لفظ اس پر عائد نہیں ہوتا۔ اور یہی حالت اس دل کی ہے جس کو عالم صغیر سے وہی نسبت

كنسبة العالم الصغير مع العالم
الكبير من الاجمال والتفصيل
فاذا صقل عالم الاصغر الذى هو
عالم القلب ودست الظلمة
الطارية عليه ظهر فيه بطريق
المرأة ايضاً ما فى العالم الصغير تفصيلا
وكذا الحال فى القلب القلب بالنسبة
الى القلب من الاجمال والتفصيل و
ظهور التفصيل فيه بعد ان كان
مجملا بسبب التصفية والنورانية و
وعلى هذا القياس القلب الذى
فى المرتبة الثالثة والقلب الذى فى
المرتبة الرابعه فى الاجمال والتفصيل
وظهور التفصيل الذى فى المراتبه
السابقة فيهما بسبب الصقالة و
النورانية وكذا القلب الذى فى
المرتبة الخامسة فانه مع بساطة
وعدم اعتبار شئى فيه يظهر فيه
بعد التصفيه الكاملة ما ظهر فى جميع
العوالم من العالم الكبير والصغير و
الاصغر وما بعدها من العوالم۔

ہے جو عالم صغیر کو عالم کبیر سے ہے۔ جب
دل کو صیقل کیا جاتا ہے اور اس سے تاریکی
دور ہو جاتی ہے تو اس میں آئینے کی طرح
عالم صغیر کی تمام اشیاء مفصل طور پر دکھائی
دینے لگتی ہیں اور یہی نسبت قلب القلب
اور قلب میں ہوتی ہے۔ جو قلب
اور عالم صغیر میں ہوتی ہے۔
جب قلب القلب کا تصفیہ کر دیا
جاتا ہے تو اس میں تمام چیزیں
مفصل دکھائی دینے لگتی ہیں اور علیٰ
ہذا القیاس دل تیسرے اور چوتھے
مرتبے میں بسبب صقالت اور
نورانیت سابقہ مراتب کی تمام
چیزیں تفصیل سے دکھانے لگتا ہے
اسی طرح جو دل پانچویں مرتبے میں
بسیط محض اور ناقابل اعتبار
ہوتا ہے اسے پورے طور پر
صیقل کیا جاتا ہے تو اس
میں عالم کبیر، صغیر، اصغر اور بعد کے
تمام عوالم کی چیزیں تفصیلاً دکھائی دینے
لگتی ہیں۔

مردہ دلوں کو زندہ کرنا نفلی عبادت سے بہتر ہے

اگر کوئی مُردے کو زندہ کردے تو یہ اتنی بڑی کرامت اور خرق العادت بات نہیں جتنی بڑی بات یہ ہے کہ کوئی شخص مردہ دل اور لطائف کو اللہ کے ذکر سے زندہ کرکے کدورات معنویہ سے صاف کردے۔

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

تصفية قلب المؤمن خير من عبادة الثقلين۔

(یعنی مومن کا دل صاف کرنا جن وانس کی عبادات نافلہ سے بہتر ہے)

کوئی مستدرج آدمی کسی کو حیات قلبی نہیں دے سکتا کیونکہ حیات قلبی اور لطائف کی حرکات اور اضطرابات، صفات فعلیہ خداوندی، صفات ذاتیہ حقیقیہ شیونات ذاتیہ، صفات سلبیہ اور شان جامع کی تجلیات کے ورود کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس کے حاملین مکمل اولیائے امت ہوتے ہیں۔ فاسق، فاجر اور کافر لوگوں کے لیے اس میں سے کوئی حصہ نہیں ہوتا اور اگر ان تجلیات کا ایک ذرہ بھی کافر کو پہنچ جائے تو وہ کافر نہیں رہتا بلکہ اسلام حقیقی سے مشرف ہو جائیگا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا ہے کہ مُردوں کو زندہ کرنے سے یہ خوارق بلند تر ہے کہ مومن کے دل کا تصفیہ کرکے ذکر خداوندی سے زندہ کیا جائے ؎

درچشم زدن از سر کونین گذشتن   در مذہب ما سہل ترین رہ فقر است

وجد کی تعریف، اقسام اور ثبوت

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے متاثر ہونے یا اللہ پاک کا ذکر کرنے یا اس پاک ذات کا خوف پیدا ہونے سے جب انسانی بدن کانپ اُٹھے یا حرکت کرنے لگے اور بدن کی یہ حرکت خواہ تمام بدن کی ہو یا بدن کے بعض حصوں کی ہو یا تمام چمڑے کی حرکت ہو یا بعض چمڑے کی، اسے وجد سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ حالت غیر اختیاری ہوتی ہے۔

وجد اور غشی میں فرق

۱۔ غشی میں عقل اور ہوش مسلوب ہو جاتے ہیں جبکہ وجد میں عقل و شعور موجود ہوتے ہیں صرف اختیار مسلوب ہوتا ہے۔

۲۔ غشی سے نماز میں فساد پیدا ہو جاتا ہے جبکہ وجد میں فساد صلوٰۃ نہیں ہوتا۔

قرآن پاک سے وجد کا ثبوت

(۱) اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتبا   اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل کیا ہے جو

متشابہا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ۔ (سورہ الزمر آیت ۲۳)

ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے اور بار بار دہرائی گئی ہے۔ اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے بدن کی حرکت، اجزاء اور اضطراب ثابت ہے۔

(۲) ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ ۔ (سورہ الزمر آیت ۲۳)

پھر ان کے بدن اور دل نرم اور فرمانبردار ہو کر اللہ تعالےٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ سے جلد یعنی بدن کے چمڑے اور قلوب یعنی لطائف کا نرم ہونا اور حرکت کرنا ثابت ہے۔

(۳) انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۔ (سورہ فاطر آیت ۲۸)

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والے لوگ علماء ہی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بدن کی حرکت کلاً یا بعضاً علی حسب الاختلاف واستعدادات اولیاء کرام کی صفت مادحہ ہے اور حالت محمودہ ہے۔

(۴) واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا فلما اخذتھم الرجفۃ ۔ (سورہ الاعراف آیت ۱۵۵)

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر افراد ہمارے میقات کے لیے منتخب کیے پس جب ان کو رجفہ (بدن کی حرکت) نے پکڑ لیا۔

علامہ محمود آلوسی البغدادیؒ " روح المعانی " جلد سوم میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

ان موسیٰ علیہ السلام اختار سبعین رجلا من اشراف قومہ ونجباءھم اھل الاستعداد والارادۃ والطلب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر ایسے آدمی منتخب کیے جو کہ شریف، بزرگ، باستعداد مریدین حق، اصحاب طلب اور

والسلوك فلما اخذتهم الرجفة
اى رجفة البدن التى هى
مبادى صعقة الفناء عند
طريان بوارق الانوار وطوالع
تجليات الصفات من اقشعرار
الجسد وارتقاده وكثيرا
ما تعرض هذا الحركة للسالكين
عند الذكر او سماع
القرآن او ما يتاثرون
به حتى تكاد تتفرق اعضاء
هم وقد شاهدنا ذلك
فى الخالديين من اهل الطريقة
النقشبندية وربما يعتريهم
فى صلاتهم صياح معه فمنهم
من يستانف صلوة لذالك و
منهم من لا يستانف وقد
كثر الانكار عليهم وسمعت
بعض المنكرين يقولون ان كانت
هذه الحالة مع وجود العقل
والشعور فهى سوء ادب ومبطلة
الصلوٰة قطعا وان كانت مع

اہل سلوک تھے۔ پس جب ان کو رجفہ نے
پکڑ لیا۔ یعنی بدن کی حرکت نے ان کو پکڑ لیا
جو کہ فنا کی صعقہ (بے ہوشی) کی ابتداء میں
پیش آتی ہے۔ انوار رحمانیہ کے نزول اور
اور صفات کی تجلیات کے ورود کے وقت
یہ حالت پیش آئی ہے جس کے اثر سے
بدن میں لرزہ، حرکت اور اضطراب آتا ہے
اور اکثر اوقات یہ حالت سالکین طریقت
کو ذکر اور تلاوت قرآن کے وقت پیش آتی
ہے اور جس چیز سے وہ تاثیر لیتے ہیں (یعنی قوالی،
نعت خوانی) یہاں تک کہ اعضاء بھی ٹوٹ
جاتے ہیں اور ہم نے یہ حالت حضرت مولانا
خالد قدس سرہ کے مریدین میں مشاہدہ کی ہیں
کہ بعض اوقات ان کی نماز میں حرکات کے
ساتھ چیخیں بھی نکل جاتی ہیں۔ پس بعض نماز
کا اعادہ کرتے ہیں اور بعض اعادہ نہیں
کرتے اور ان پر انکار زیادہ ہو رہا ہے۔
اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے کہ
وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل و شعور کے
باوجود ہے تو یہ بے ادبی ہے اور نماز کو
قطعی طور پر باطل کرنے والی ہے اور اگر

عدم شعور وزوال عقل
فهي ناقصة للوضوء ونراهم
لايتوضؤون اجيب بانها
غير اختيارية مع وجود العقل
والشعور وهي كالعطاس
والسعال ومن هنا لاينتقض
الوضوء بل ولا تبطل الصلوٰة
ونص بعض الشافعية ان
المصلي لو غلبه الضحك
في الصلوٰة لا تبطل الصلوٰة و
يعذر بذلك فلا يبعد ان
يلحق ما يحصل من آثار
التجليات الغير الاختيارية
بما ذكر للعلة المشتركة
بينهما، ولا يلزم من كونه
غير اختياري كونه صادرا
من غير شعور فان حركة
المرتعش غير اختيارية مع
الشعور بها وهو ظاهر فلا
معنى للانكار۔

عقل وشعور زائل ہونے کی وجہ سے ہے
تو پھر سکر کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
اور یہ سالکین وضو کا اعادہ نہیں کرتے
لیکن میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ
نماز میں یہ حالت مذکورہ غیر اختیاری ہے
اور عقل وشعور کے باوجود پیش آتی ہے
اور ان کی مثال کھانسی اور چھینک کی طرح
ہے اس لیے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ
نماز باطل ہوتی ہے اور شوافع نے کہا
ہے اگر نمازی پر ہنسنا غالب آجائے، تو
اس کی نماز فاسد نہیں ہے اور نمازی اس
صورت میں معذور سمجھا جائے گا پس بعید
نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ کے آثار کو بھی
اس کے ساتھ ملحق کیا جائے اور عدم فساد
صلوٰۃ پر حکم کیا جائے اور کسی چیز کے غیر
اختیاری ہونے سے اس چیز کا غیر شعوری ہونا
لازم نہیں، کیونکہ مرتعش کی حرکت غیر اختیاری
ہے اور غیر شعوری نہیں ہے بلکہ اس کے
شعور وعقل موجود ہوتی ہے اور یہ تو ظاہر
باہر والا معاملہ ہے پس اس سے انکار کرنے
کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ نے بدن کی حرکت اور لرزنے کو خداوند قدوس کے انوارات کا اثر قرار دیا ہے اور سالکین اور مریدین خصوصاً طریقہ نقشبندیہ والوں کو حالت ذکر یا تلاوت کلام اللہ کے وقت یا توجہ مرشد کامل کے وقت اور یا خشیت خداوندی کے غلبہ کے وقت یہ حالت پیش آتی ہے نیز عقل و شعور کے موجود ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اور وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ صرف اختیار سلب ہوتا ہے۔

اب اسی مسئلہ یعنی اقشعرار الجسد (جسم کی حرکت یا لرزہ) کی وضاحت کیلئے چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) من اقشعر جلدہا من خشیۃ اللہ تحاطت عنہ الذنوب کما تحاطت ورقۃ الشجرۃ الیابسۃ۔	جو بدن اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے حرکت کرنے لگا تو اس سے اس طرح گناہ زائل ہو جاتے ہیں جس طرح شجر سے خشک پتے گر جاتے ہیں۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی اور تین دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اقراء تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما انا بقاری اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال فاخذنی فغطنی الثالثۃ ثم ارسلنی فقال اقراء باسم ربک الذی خلق ۰ خلق الانسان من علق ۰ اقراء و ربک الاکرام الذی ۰ فرجع بہا رسول اللہ صلی اللہ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جبرائیلؑ) نے تیسری مرتبہ مجھے زور سے پکڑ لیا اور پھر چھوڑ کر فرمایا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھو وہ ذات جس نے عالم کو پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھا کریں۔ آپکا رب

عليه وسلم يرجف فواده فدخل	بڑا کریم ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ
على خديجة بنت خويلد فقال	وسلم واپس آئے اور آپ کا دل مبارک حرکت
زملوني ۔	کر رہا تھا پھر آپ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے
(صحیح بخاری)	پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو۔

شارحین بخاری نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

يرجف فواده اى يضطرب و	دل مضطرب تھا اور دھڑک رہا تھا اور حرکت
يخفق ويرعد ويتحرك فواده	کر رہا تھا اور فواد دل کا مترادف ہے۔ یا
والفواد مرادف القلب وقيل	عین دل ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے
عين القلب وقيل باطن القلب	کہ فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقت
اى الحقيقه الجامعة الحاملة	جامعہ سے مسمیٰ ہے اور انوار الٰہیہ کا جامع
للانوار الالهية وتجليات	ہوتا ہے اور صفات فعلیہ کی تجلیات کا
الصفات الفعليه وهذا هو	حامل ہوتا ہے اور امام مجدد الف ثانی رحمۃ
الاصح كما حققه المجدد الربانى	اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ آخری قول راجح
رحمه الله تعالى ۔	اور اصح ہے۔

اس حدیث میں صرف قلب کا ذکر ہے لیکن چونکہ روح، سر، خفی اور اخفیٰ بھی قلب کے بعد متولد ہوتے ہیں یعنی اس کے تولد کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ لہٰذا صرف قلب کے لفظ کا ذکر فرمایا۔

مفسرین کرام کے چند اقوال

(۱) قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ وما انزل على الملكين میں ملکین سے اشارۃً اور رمزاً قلب اور روح مراد ہیں اور دوسرے لطائف یعنی

سر، خفی اور اخفیٰ بھی ساتھ مراد ہیں۔ چونکہ دوسرے لطائف ان دو لطائف کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہیں اس لیے انہی دونوں لطائف کا ذکر ہوا۔

(۲) امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریف جلد اوّل دفتر اوّل مکتوب نمبر ۲۹۲ میں فرماتے ہیں۔ "احیای دلہای مردہ بتوجہ شریف او منوط است" یعنی کامل و مکمل اولیاء کرام کی توجہ شریف سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں اور حرکت کرنے لگتے ہیں۔

(۳) مکتوبات مجددیہ کے مکتوب نمبر ۲۶۰ میں لطائف عشرہ، ولایت ثلاثہ اور کمالات مع الحقائق کے بیان میں تحریر ہوا ہے۔ دیگر مکاتیب شریفہ بھی لطائف کے جریان، حرکات، اضطراب، کمالات اور مقامات لطائف کے بیان میں تحریر کیے گئے ہیں۔ ان سب کا نقل کرنا موجب طوالت ہے۔

(۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب "قول الجمیل فی شفاء العلیل" میں سلسلہ مجددیہ کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ عالیہ میں متعدد لطائف ہیں جو اسم ذات کے ذکر سے متحرک ہوتے ہیں۔ اسی کتاب میں کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ سلسلہ مجددیہ میں تمام لطائف نبض کی طرح حرکت کرنے لگتے ہیں۔

المختصر لطائف عشرہ انسانی (پانچ عالم امر کے اور پانچ عالم خلق کے) اُمت مسلمہ کے اولیائے کرام، علمائے راسخین، مفسرین کرام اور محدثین کرام کے نزدیک قطعی الثبوت اور متواتر امر ہے اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں اور ان لطائف کی حرکت اور جریان بذکر اللہ بھی قطعیہ الثبوت ہے۔

وجد کی مختلف اقسام

۱۔ سارے بدن کی حرکت اور اضطراب۔

۲۔ بعض بدن کی حرکت مثلاً لطائف کی حرکت اور اقشعرار۔

۳۔ تواجد کی لذت اور وارد کے اثر سے رقص و گردش۔

۴۔ منہ سے مختلف الفاظ کا نکلنا مثلاً آہ، اوہ، اف، تف، ہاہا، عاعا، لالا، اللہ اللہ اور ہُو ہُو وغیرہ۔ بعض الفاظ موضوعی اور بعض مہمل ظاہر ہوتے ہیں۔

۵۔ بکا کرنا اور رونا کہ بعض اوقات آواز اور حروف پر مشتمل ہوتے ہیں جسے بکاء مرتفع کہتے ہیں اور بعض اوقات بغیر آواز آنسو بہنے لگتے ہیں۔

۶۔ کپڑے پھاڑنا اور "قمت تسعیٰ" کے مضمون پر انوار کے غلبہ کی وجہ سے ڈرنا اور چیخنا۔

۷۔ تیز رقص یا حرکت کی وجہ سے اعضاء کا ٹوٹ جانا اور بعض اوقات موت کا خطرہ بلکہ موت واقع ہو جانا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے صحابہ کرام میں سے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ وجد کی وجہ سے مر جاتے تھے۔

۸۔ بعض اوقات بلا اختیار ہنسنے کی کیفیت طاری ہونا جیسا کہ "تجلیات مالکی" میں مولانا عبدالمالکؒ نے وجد کی اقسام میں بیان کیا ہے۔

۹۔ بعض اوقات انہی حرکات غیر اختیاریہ اور صیحات مختلفہ کا نماز میں طاری ہونا اور بعض اوقات خارج از نماز طاری ہونا۔

۱۰۔ بعض اوقات مغلوب الحال ہو کر بے ہوش ہو جانا۔ وغیرہ۔

نماز کے اندر اور خارج اوقات میں وجد کے دلائل

بعض اوقات خاشعین اور سالکین پر نماز کے اندر خشیت خداوندی کی وجہ سے اقشعرار بدن (بدن کا لرزہ) اور صیاح (چیخ) طاری ہو جاتے ہیں جسطرح "روح المعانی" کی عبارت سے ثابت ہے اور فقہائے کرام نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ یہ حالت جائز اور محمود ہے۔ اب فقہائے کرام کی عبارات نقل کرتے ہیں۔ تاکہ مسئلہ کی پوری وضاحت ہو جائے۔

(۱) فان ان فیہا او تاوہ او بکی فارتفع بکائہ (ای حصل منہ الحروف) فان کان (ای کل ذلک) من ذکر الجنۃ او النار لم یقطعہا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع وان کان من وجع او مصیبۃ قطعہا لان فیہا اظہار الجزع والتاسف فکان من کلام الناس۔

(ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۲۰)

اگر نمازی نے نماز میں آہ کی یا اوہ کیا اور اتنا رویا کہ اس کا رونا حروف پر مشتمل ہو جائے پس اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے طاری ہوئی تو نماز فاسد نہیں کرتے کیونکہ یہ زیادہ خشوع پر دلالت کرتی ہے اور اگر دنیاوی درد یا مصیبت کی وجہ سے یہ حالت ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں بے چینی اور افسوس کا اظہار ہے۔ (اسے لوگوں کی عام باتوں میں شمار کیا جاتا ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے)

۲۔ بحر العلامہ واقف مذاہب اربعہ حضرت عبدالرحمن جزیری اپنی کتاب "فقہ علی مذاہب الاربعہ" جلد اول صفحہ ۳۰۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

الانین والتاوہ والتانیف و نماز میں آہ، اوہ، اُف کرنا اور اس طرح

البکاء اذا اشتملت علی حروف مسموعة فانها تبطل الصلوٰة الا اذا کانت ناشئة من خشیة اللہ او من مرض بحیث لا یستطع منعها وھذا الحکم متفق علیه بین الحنفیة والحنابلیة وبین المالکیة فی مسئلة الخشیة۔

[illegible] نماز کو فاسد کرتی ہیں مگر جب یہ حالت اللہ کے خوف کی وجہ سے صادر ہو یا ایسی مرض کی وجہ سے ہو جس میں حالات مذکورہ کے منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ حکم مذکورہ بابت خشیت حنفیہ، حنبلیہ اور مالکیہ کے مابین متفقہ ہے۔

۲۔ شیخ العلامہ زین الدین ابن نجیم قدس سرہٗ "بحر الرائق" جلد دوم صفحہ ۳،۴ پر رقمطراز ہیں۔

والانین والتاوہ وارتفاع بکائه من وجع اومصیبة لا من ذکر جنة او نار ای یفسدها اما الانین فھو ان یقول آہ کما فی الکافی والتاوہ ھو ان یقول اوہ .... واما ارتفاع البکاء فھو ان یحصل به حروف وقوله لا من ذکر جنة او نار عائد الی الکل فا الی صل انها ان کانت من ذکر الجنة او النار فھو دال علی زیادة الخشوع

نماز میں آہ، اوہ اور حروف پر مشتمل رونا نماز کو فاسد کرتا ہے جب دنیاوی درد اور مصیبت کی وجہ سے صادر ہو، اور اگر جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے یہ حالات پیش آئیں تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی انین کا معنی ہے کہ آہ کریں اور تاوہ کا مطلب ہے اوہ کریں ..... اور بکاء مرتفع یہ ہے کہ اس کے ساتھ حروف بھی صادر ہو جائیں۔ اور لا من ذکر جنة او نار کا قول آہ، اوہ اور بکاء مرتفع تینوں کی طرف راجع ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے ہو جائے تو زیادت خشوع کی دلیل ہے اور نماز

ولو صرح بهما فقال اللهم انی اسئلک الجنة واعوذ بک من النار لم تفسد صلوٰة وان کان من وجع او مصیبة فهو دال علی اظهارهما فکانه قال انی مصاب۔
(فتفسد صلوٰة)

فاسد نہیں ہوتی، اور اگر جنت دوزخ پر تصریح کی پس اس طرح کہا "اے اللہ میں آپ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں" تو تب بھی زیادہ خشوع کی دلیل ہے۔ اور اگر یہ حالت دنیاوی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو پھر یہ اس درد اور مصیبت کی دلیل ہے گویا اس نے کہا میں مصیبت زدہ ہوں (اس صورت میں نماز فاسد ہے)

(۴) فتاویٰ تاتارخانیہ جلد اوّل صفحہ ۵۷۹ پر علامہ علاالانصاری فرماتے ہیں۔

ولو ان فی صلوٰة اوتاوه او بکیٰ فارتفع بکائه وفی الخانیه فحصل له حروف فان کان من ذکر الجنة اوالنار فصلوٰة تامة وان کان من وجع او مصیبة فسدت صلوٰة عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ۔

اگر کسی نے نماز میں آہ، اوہ کی یا رویا لیکن اس کا رونا مرتفع ہوگیا۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ مرتفع رونا یہ ہے کہ اسکی وجہ سے حروف حاصل ہو جائیں پس اگر یہ حالت جنّت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے طاری ہو جائے تو نماز تام اور کامل ہے اور اگر دنیاوی درد اور مصیبت کی وجہ سے ہو تو اس کی نماز فاسد ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

(۵) فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ اور فتاویٰ بزازیہ علی ہامش عالمگیری جلد اوّل صفحہ ۱۳۶ پر بھی اوپر دی گئی عبارتوں سے ملتی جلتی عبارتیں ہیں۔

نماز سے خارج اوقات میں بھی سالکین پر وجد طاری ہوتا ہے چونکہ مقلد کے

یہ ماخذ استدلال اپنے مذہب کے فقہائے کرام کے اقوال ہیں لہذا ان کی کتابوں سے چند عبارات نقل کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ کی پوری طرح وضاحت ہو جائے۔ نیز طالب حق کے لیے مشعل راہ اور منکر حق کے لیے حجت ثابت ہو۔

(۱) مفسر جلیل اور فقیہہ نبیل علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "حاوی للفتاوی" جلد دوم صفحہ ۲۲۴ میں فرماتے ہیں۔

سوال: فی جماعۃ الصوفیۃ اجتمعوا فی مجلس ذکر ثم ان شخصا من الجماعۃ قام بین المجلس ذاکرا و استمر علی ذلک لوارد حصل له فهل له فعل ذلك سواء کان باختیاره ام لا؟ وهل لاحد منعه وزجره عن ذلك؟

سوال: صوفیہ کرام کی ایک جماعت جب ذکر کے لیے جمع ہو چکی ہو پھر ایک شخص مجلس سے ذکر کرتے ہوئے اٹھ جائے اور انوار الٰہیہ کے ورود کی وجہ سے یہ حالت اس سالک پر مداومت سے طاری ہو جائے۔ پس کیا یہ کام اس سالک کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ خواہ اختیار سے اٹھتا ہے خواہ بے اختیار ہو کر۔ نیز کیا اس سالک کو اس حال سے منع کرنا چاہیے یا نہیں اور کیا اُسے ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: لا انکار علیه فی ذلك وقد سئل عن هذا السؤال بعینه شیخ الاسلام سراج الدین البلقینیؒ فاجاب بانه لا انکار علیه فی ذلك ولیس لمانع التعدی بمنعه ویلزم المتعدی بذلك التعذیر وسئل عنه

جواب: اس سالک پر اس حال میں کوئی اعتراض اور انکار نہیں۔ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینیؒ سے بھی یہی سوال کیا گیا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ سالک پر کوئی انکار نہیں اور کسی کو جائز نہیں کہ اس سالک کو اس حال سے منع کرے بلکہ اس حال سے منع کرنے والے کو سرزنش کرنا لازم

العلامه برهان الدين الانباسیؒ فاجاب بمثل ذلك وزاد ان صاحب الحال مغلوب و المنكر محروم ما ذاق لذة التواجد ولاصفاله المشروب الى ان قال في آخره جوابه و بالجملة فالسلامة في تسليم حال القوم و اجاب ايضا بمثل ذلك بعض آئمة الحنفية والمالكية كلهم كتبوا على هذا السؤال بالموافقة غير مخالفة ۔

ہے۔علامہ برہان الدین انباسیؒ سے بھی یہی سوال پوچھا گیا تھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور فرمایا کہ یہ سالک صاحب الحال مغلوب ہے اور اس سے انکار کرنے والا محروم ہے۔منکر نے تواجد کی لذت حاصل نہیں کی اور عشق حقیقی کا مشروب منکر کو نصیب نہیں حتیٰ کہ علامہ موصوف نے اپنے جواب کے آخر میں فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صوفیہ کرام کے حال تسلیم کرنے میں سلامتی ہے۔اسی طرح بعض آئمہ احناف اور مالکیہ نے بھی یہ جواب دیا ہے سب نے اس سوال کے جواب پر اتفاق کیا ہے جس میں کسی مخالفت کی گنجائش نہیں ۔

(اقول) وكيف ينكر الذكر قائما وقياما ذاكرا وقد قال الله تعالى " الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم" وقالت عائشة رضی الله عنها كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه"

(میں کہتا ہوں) کہ کیونکر کھڑے ہو کر ذکر کرنے سے یا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہونے سے منع کیا جائے گا؟ جب کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے" عاقل لوگ وہ ہیں جو کھڑے ہو کر اور بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں" اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے

وان انضم الی هذا القيام
رقص او نحوه فلا انكار
عليهم لان ذلك من لذاة
الشهود او المواجيد و
قد ورد فی الحديث رقص
جعفر بن ابی طالب يدی
النبی صلی الله عليه وسلم
لما قال له "اشبهت خلقی
وخلقی" و ذلك من لذاة
هذه الخطاب ولم ينكر
ذلك عليه النبی صلی
الله عليه وسلم فكان هذا
اصلا فی رقص الصوفيه لما
يدركونه من لذاة المواجد
وقد صح القيام والرقص
فی مجالس الذكر والسماع
عن جماعة من كبار الائمة
منهم شيخ الاسلام عزالدين
بن عبد السلام ـ

اسی طرح اگر سالک نے قیام کے ساتھ
رقص کیا یا چیخ و پکار کی تب بھی کوئی انکار
یا اعتراض اس پر نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ حالت
شہود اور مواجید کی لذت کی بنا پر طاری
ہوتی ہے اور حدیث شریف میں جعفر بن
ابی طالبؓ کا رقص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے ثابت ہے۔ جب آپ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "کہ آپ کے
اخلاق اور شکل مجھ سے مشابہ ہیں" پس ان
پر اس خطاب کی لذت کی وجہ سے رقص
طاری ہوگیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس پر کوئی انکار ظاہر نہیں کیا۔ پس یہ
حدیث تقریری صوفیہ کرام کے رقص اور
وجد پر دلیل ہے کیونکہ حقیقی صوفیہ کرام پر
یہ حالت مواجید کی لذت سے طاری ہوتی
ہے اسی طرح مجالس ذکر اور محافل سماع میں
قیام اور رقص بھی جائز ہے اور آئمہ کبارؒ
سے ثابت ہے۔ جن میں شیخ الاسلام
عزالدین بن عبدالسلام کا نام مبارک
سرفہرست ہے۔

(۲) علامہ محقق اور مدقق سید محمد آمین آفندی شہیر بن عابدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی

تصنیف "مجموعہ الرسائل لابن عابدین میں فرماتے ہیں۔

ولا كلام لنا مع الصدق	اور ہم صادقین سادات صوفیہ کرام کے
من ساداتنا الصوفية.	متعلق کوئی بات نہیں کر سکتے۔ جو کہ تمام اخلاق
المبرئين عن كل خصلة	رذیلہ سے مبرا ہیں۔ حضرت امام الطائفتین
رديئة فقد سئل	سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے
امام الطائفتين سيدنا	سوال کیا کہ بعض صوفیہ کرام ایسے ہیں کہ تواجد
الجنيد رحمة الله ان قوما	کرتے ہیں اور دائیں بائیں حرکات کرتے
يتواجدون ويتمايلون؛	ہیں یہ کس طرح ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ
فقال دعوهم مع الله	ان کو اللہ تعالیٰ کے عشق میں چھوڑ دو تاکہ
تعالىٰ يفرحون فانهم قوم	خوش ہو جائیں کیونکہ یہ ایک ایسی قوم ہے
قطعت الطريق اكبادهم	کہ طریقت نے اُن کے دل پھاڑ دیے ہیں
ومزق النصب فؤادهم	اور مصائب برداشت کرنے سے انکے
وضاقوا ذرعا فلا حرج	دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ انکا حوصلہ
عليهم. اذا تنفسو مداوة	کم ہو گیا ہے۔ وہ تیز سانس لیتے ہیں تو کوئی
لحالهم ولو ذقت مذاقهم	حرج نہیں کیونکہ اس حال کی مداومت کیلئے
عذرتهم فى صياحهم	وہ سانس لیتے ہیں اور اگر اُن کے حاصل
وشق ثيابهم وبمثل	شدہ انوار کا ذائقہ تجھے معلوم ہوتا تو ان کو
ذكر الامام الجنيد	چیخ و پکار اور کپڑے پھاڑنے میں معذور سمجھتا
جاب العلامة النحرير	اسی طرح جب علامہ ابن کمال پاشا سے اس
ابن كمال پاشا لما	مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے
استفتى.	بھی جنید بغدادیؒ کی طرح جواز کا فتویٰ دیا۔

عن ذلك حيث قال ۔ شعر	انہوں نے اپنے شعر میں فرمایا ہے۔
؎	؎ تواجد اور وجد کرنے میں کوئی حرج اور نہ
ما فی التواجد ان حقیقت من حرج	دائیں بائیں حرکت کرنے میں کوئی حرج ہے
ولا التمائل ان اخلصت من باس	جب یہ حالت (علل باطنی) سے پاک لوگوں
فقمت تسعی علی رجل وحق لمن	پر طاری ہو جائے پس وجد کی وجہ سے
دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس	کھڑے ہو کر دوڑنا جائز ہے بلکہ جس کو اس کا
	مولا بلائے تو سر کے بل دوڑ کر جانا چاہیے۔

(۳) علامہ امام عبدالوہاب شعرانیؒ اپنی کتاب "انوار قدسیہ" جلد اول صفحہ ۳۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقال سیدی یوسف العجمیؒ	سیدنا علامہ یوسف عجمی رحمۃ اللہ نے فرمایا
وما ذکروہ من آداب الذکر	ہے کہ مشائخ نے سالک کے لیے جو آداب
السواعی المختار اما مسلوب	ذکر بیان فرمائے ہیں تو وہ مختار اور غیر مجذوب
الاختیار فہو مع ما یرد	سالک کے حق میں ہیں اور مسلوب الاختیار
علیہ من الاسرار فقد	سالک کو اپنے اسرار وارادہ کے ساتھ
یجری علی لسانہ اللہ،	رہنے دو۔ کیونکہ بے اختیار ہو کر اسکی زبان
اللہ، اللہ، اللہ، او ھو، ھو،	سے کبھی اللہ، اللہ، اللہ، اللہ جاری ہوتا ہے
ھُو، ھو، او لا، لا، لا، او	کبھی ہوٗ، ہوٗ، ہوٗ، ہوٗ کبھی لا، لا، لا کبھی آہ،
آہ، آہ، آہ، او عا، عا،	آہ، آہ، کبھی عا، عا، عا، کبھی آ، آ، آ، اور
عا، او، آ، آ، آ، او	کبھی ہا، ہا، ہا، اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے
ہا، ہا، ہا او صوت بغیر	اور کبھی اس کی زبان پر بغیر حروف کی آوازیں
حرف او تجبیط وادبہ عند	جاری ہوتی ہیں اور کبھی بعض کو بعض سے خلط

ذلك التسليم للوارد فاذا انقضى الوارد فادبه السكون من غير تقول ۔

ملا کر کے جیتا ہے اور اس کے لیے ادب یہ ہے کہ وارد کو تسلیم کرے پس جب وار ختم ہو جائے تو اُس کے لیے بھی ادب یہ ہے کہ سکون و وقار سے بیٹھ جائے اور کچھ نہ کہے ۔

اس کے علاوہ بھی اسی کتاب "انوار قدسیہ" جلد دوم کے صفحہ ۸۲ تا ۸۹ میں بھی حضرت علامہ امام شعرانیؒ نے وجد کے ثبوت میں دلائل پیش کیے ہیں ۔

(۴) علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین شاہ نقشبندؒ کی توجہات عالیہ سے مریدین میں عجیب و غریب حالات رونما ہوتے تھے فرماتے ہیں ۔

اصحاب حضرت خواجہؒ در چند روز از غلبۂ حالات فرق در نمکین و شیرین نمی کردند ۔ یک بار بر کنیزی توجہ نمودند سرشار و بیخود گردید بخانہ رفت ۔ مالک اش بدیدن او بیہوش افتاد ۔ زن ہمسایہ آمد بدیدن مالک اش مغلوب غلبات و بیخودی و سکر گردید ۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ کے ساتھیوں پر چند دنوں میں ہی حالات کا اتنا غلبہ ہو جاتا تھا کہ کڑوے اور میٹھے کی تمیز نہیں کر سکتے تھے ۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک کنیز پر توجہ فرمائی تو وہ مست و بیخود ہو کر گھر گئی ۔ اسکا مالک اسے دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا ۔ ہمسائے کی عورت نے جب اس کے مالک کو دیکھا تو وہ بھی اس کی حالت کو دیکھ کر مغلوب ہو کر بیخودی اور سکر کے دریا میں ڈوب گئی ۔

(۵) حضرت مولانا خالد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین پر بہت جذبات وارد ہوتے تھے ۔ حاسدین اور منکرین اس مبارک ہستی کا انکار کرتے تھے تو شاہ غلام علی

دہلویؒ ان کی شان میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

لامجمع فضائل ظاہر و باطن مولانا خالدؒ با
اشارات غیبی در ہند در شاہجہان آباد نزد
احقر لاشئ رسیدہ در طریقہ نقشبندیہ
مجددیہ مصافحہ بیعت نمودہ۔ باذکار
و اشغال و مراقبات در خلوتی
پرداختند بعنایت الٰہی بواسطہ مشائخ
کرام ایشان را حضور و جمعیت و بیخودی
و جذبات و واردات و کیفیات و
حالات و انوار حاصل شد۔ و مناسبتی
بہ نسبت قلبی نقشبندیہ دادہ باز توجہات
بر لطائف عالم امر و لطائف عالم خلق
ایشان کردہ شد۔ و باین توجہات نمی
از دریا ہائے نسبتہای حضرت مجدد بہرہ
یافت و باین حالات و مقامات اجازت
و خلافت در تلقین و ارشاد طالبان
ایشان را دادہ شد۔۔۔۔۔ فالحمد للہ
دست ایشان دست من و دیدن ایشان
دیدن من و دوستی ایشان دوستی من و
انکار و عداوت ایشان بمن می رسد
و مقبول ایشان مقبول پیران کبار

حضرت مولانا خالد نقشبندیؒ کے بے شمار
ظاہری و باطنی فضائل ہندوستان میں
شاہجہان آباد میں غیبی اشاروں سے اس
احقر ناچیز تک پہنچے۔ انہوں نے نقشبندیہ
مجددیہ سلسلے میں بیعت کی اور تنہائی میں اذکار،
اشغال اور مراقبات میں مشغول رہے اللہ تعالیٰ
کی عنایت اور مشائخ کرام کے وسیلہ سے
انہیں حضوری، اطمینان، بے خودی، جذبات،
واردات، کیفیات، حالات اور انوار حاصل
ہوئے اور دلی طور پر نقشبندیہ سے مناسبت
اختیار کی۔ پھر ان کے لطائف امر اور لطائف
خلق پر توجہ کی گئی اور انہی توجہات سے
حضرت مجدد کے ساتھ نسبتوں کے دریاؤں
سے نمی کا استفادہ کیا اور ان حالات و مقامات
کے حصول کے باعث طالبان کو تلقین و
ارشاد کرنے کی انہیں اجازت اور خلافت
دی گئی۔۔۔۔۔ پس الحمد للہ ان کا ہاتھ میرا
ہاتھ، ان کی آنکھ میری آنکھ اور ان کی دوستی
میری دوستی اور ان سے عداوت رکھنے والا
میرا دشمن اور ان کا محبوب میرے پیران کبار

من ......
وفیض ازان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بر دلہای اولیاء وارد شد. بی تابی ہا و
اضطراب وولولہ ونعرہ را باعث گشت
نعرہ ہای حضرت شبلیؒ از عجائب احوال
صوفیہ گفتہ اند. در صحبت حضرت خواجہ
باقی باللہؒ میر محمد نعمانؒ ومرزا مراد بیگؒ
در حم اشرفؒ (این ہر دو از ین فقیر
استفادہ داشت، نعرہ وآہ و بی تابی
ہا بسیار حاصل می شد. در خاندان حضرت
میر ابو علی النقشبندیؒ آہ ونالہ بسیار
است. اگر در اصحاب شیخ خالدؒ
این امور ظاہر شد ہنر و خوبی
مولانا است نہ جای طعن
ناواقفان ......

کا محبوب ہے ......
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض جب
اولیاء کرام کے دلوں پر وارد ہوا تو وہ بیتابی
اضطراب، جوش اور نعرے کا سبب بن گیا
حضرت شبلیؒ کے نعروں کو صوفیہ کے عجائب
احوال میں شمار کیا جاتا ہے. حضرت خواجہ باقی
باللہ کی صحبت سے میر محمد نعمانؒ مرزا مراد بیگؒ
اور رحم اشرفؒ (ان دونوں نے اس فقیر سے
بھی استفادہ کیا) کو نعرہ، آہ اور بہت زیادہ
بے تابی کی دولت حاصل ہوئی. حضرت میر
ابو علی نقشبندیؒ کے خاندان میں آہ و نالہ کی
بہتات ہے اور اگر یہی امور شیخ خالدؒ کے
ساتھیوں میں ظاہر ہوتے ہیں تو یہ مولانا صاحبؒ
کی خوبی اور ہنر ہے نہ کہ جاہلوں کے طعنہ کا
سبب ......

ان عبارات سے واضح ہوا کہ یہ وجد نماز کے اندر اور خارج اوقات میں بھی اگر جنت و دوزخ کی یاد یا اللہ پاک کے خوف کی وجہ سے ہو تو بالکل جائز اور محمود ہے کیونکہ سالک کو اس پر اختیار نہیں ہوتا. البتہ یہ آہ وزاری یا چیخ وپکار کسی بیماری کے سبب ہو تو یہ ناجائز ہے۔

اسبال فی الازار (کپڑوں کا لٹکانا)

اکثر لوگ شلوار کو ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھتے ہیں تو شرعی مسئلہ یہ ہے کہ تکبر اور سجاوٹ کی وجہ سے شلوار کا ٹخنوں سے نیچے کرنا نماز کے اندر اور باہر دونوں حالتوں میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ جس گناہ میں وعید کا ذکر ہو وہ گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔ اس دور میں اکثر علماء بھی اس گناہ میں مبتلا ہیں جن کی پیروی میں عوام نے بھی اس کو شیوہ بنالیا ہے۔ تو خبردار رہنا چاہیے کہ نماز کے باہر بھی یہ عمل حرام ہے چہ جائیکہ نماز کے اندر ہو بلکہ اس عمل کے ارتکاب سے نماز قبول نہیں ہوتی۔

اسبال فی الازار کی اقسام

۱۔ اسبال فی العمامہ یہ ہے کہ اس کا شملہ ناف کی حد سے زیادہ لمبا کیا جائے۔
۲۔ چادر میں اسبال یہ ہے کہ چادر کا کونہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائے۔
۳۔ شلوار اور ازار میں اسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کیا جائے۔

احادیث مبارکہ فی تردید اسبال

(۱) عن ابی ھریرۃؓ قال بینما رجل یصلی مسبلا ازارہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء

حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ٹخنوں کے نیچے ازار لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا تو اُسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا پھر وضو کر تو وہ شخص گیا دوبارہ وضو کیا اور واپس آیا تو آپ صلی

فقال اذهب فتوضأ فقال له رجل يارسول الله صلى الله عليه وسلم مالك امرته ان يتوضأ ثم سكت عنه قال انه كان يصلى وهو مسبل ازاره وان الله لا يقبل صلوٰة رجل مسبل۔

(ابوداؤد ج دوم ص ۲۱۰)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جا پھر وضو کر تو اس شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہے کہ آپ نے پھر وضو کا ارشاد فرمایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ یہ شخص ٹخنوں کے نیچے ازار لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ازار نیچے لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

(۲) عن علی کرم الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم علامة المنافق تطويل سراويله فمن طويل سراويله حتى يدخل تحت قدميه فقد عصى الله ورسوله ومن عصى الله ورسوله ففى النار۔

(کنز الاعمال ج ۱۵ ص ۳۱۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی نشانی شلوار کو لمبا کرنا ہے۔ جس نے شلوار کو لمبا کیا حتیٰ کہ قدموں کے نیچے ہو جائے اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی تو اس کے لیے دوزخ ہے۔

(۳) عن ابی هريرة رضى الله عنه عن النبى ما اسفل من الكعبين من الازار ففى النار۔

(صحیح بخاری۔ ج دوم ص ۸۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے جس کی شلوار ہوگی وہ شخص دوزخ میں جائیگا۔

(۴) عن ابن عباس رضى الله

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

عنہ ان اللہ لا ینظر الی مسبل الازار ۔

(کنز العمال ج ۵ ۔)

ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ازار کو ٹخنوں سے نیچے کرنے والے کو نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا ۔

۵۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ الی من جر ثوبہ خیلاء ۔

(صحیح مسلم ۔ ج دوم ص ۱۹۴)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا جس نے غرور تکبر سے اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے رکھا ۔

عمامہ کے متعلق بحث اور ثبوت

قرآن مجید میں اللہ تبارک تعالیٰ کا حکم ہے :

خذوا زینتکم عند کل مسجد (سورہ اعراف آیت ۳۱)

"ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔ جب مسجد میں جاؤ تو پوری زینت کے ساتھ"

اس زینت میں جہاں اچھے اور عمدہ لباس کا ذکر ہے وہاں اس میں عمامہ بھی شامل ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کے لیے عمامہ بھی زینت کا سبب ہے۔ علاوہ ازیں عمامہ ہمارے رہبر اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہونا مسلمان کے لیے لازم ہے۔

عمامہ کی فضیلت میں کافی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ اختصار کی خاطر چند ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) عن جابر رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة (جامع صغير ج ۲ ص ۲۰)

پگڑی باندھ کر دو رکعت نماز ادا کرنا بلا عمامہ ستر رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے۔

(۲) عن عبد الله بن عمرؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوٰة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوٰة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين بلا عمامة۔ (كنز العمال ج ۸ ص ۱۸)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمامہ کے ساتھ نفل یا فرض نماز پچیس بلا نمازوں کے برابر اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ بلا عمامہ ستر جمعوں کے برابر ہے۔

(۳) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بالعمائم وارخوها خلف ظهوركم فانها سيما الملائكه۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ تم پر عمامے لازمی ہیں اور اُن کے شملے اپنی پیٹھوں پر لٹکاؤ اس لیے کہ یہ ملائکہ کی نشانی ہے۔

(۴) عن ركانةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال امتى على الفطرة ما لبس العمائم على القلانس (كنز العمال ج ۸ ص ۱۹)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت فطرت انسانی پر قائم رہے گی جب تک ٹوپیوں پر عمامے باندھتی رہیگی۔

(۵) عن ركانةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العمامة على القلنسوة فصل ما بيننا وما بين المشركين يعطى يوم القيامة بكل كورة

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق ہے۔ قیامت کے دن

ينو دها على راسه نورا۔
عمامے کے بیچ کے حصے کو جو وہ اپنے سر پر پہنتا ہے نور دیا جائیگا۔

(کنزالاعمال ج ۸ ص ۱۸)

(۶) ان الله امدني يوم بدر و حنين بملائكة يعتمون هذا العمة ان العمامة حاجزة بين الكفر والايمان۔
بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر اور حنین کے دن فرشتوں سے میری مدد فرمائی، یہ فرشتے عمامہ باندھے ہوئے تھے بے شک کفر و ایمان کے درمیان فرق کرنے والا عمامہ ہے۔

(کنزالعمال ج ۸ ص ۱۸)

ان احادیث کی روشنی میں مفسرین و محدثین نے جو تحقیقات فرمائی ہیں، اُن کے چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ اپنے فتاویٰ رضویہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں، کہ "عمامہ سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچتا ہے عمامہ سنت دائمہ ہے۔"

(۲) علامہ سید امیر شاہ قادری مدظلہٗ نے شمائل ترمذی شریف کی شرح میں یوں تحقیق فرمایا۔

اعلم ان لبس العمامه سنة وورد في فضلها اخبار كثيرة حتى ورد ان الركعتين مع العمامة افضل من سبعين ركعت بدونها۔
خوب جان لے کہ پگڑی کا پہننا سنت ہے اور اس کی فضیلت میں کافی احادیث وارد ہیں پگڑی کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر رکعت نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

(۳) فتح الباری میں ہے۔ ارشاد ہے عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔

(۴) علامہ مناوی شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں۔

فالمسلمون یلبسون القلنسوۃ وفوقھا العمامۃ اما لبس القلنسوۃ وحدھا فزی المشرکین ۔ ۔ ۔ ۔	پس مسلمان ٹوپی پہنتے ہیں اور اس کے اوپر عمامہ رکھتے ہیں اور صرف ٹوپی سر پر رکھنا اور عمامہ نہ رکھنا مشرکین کا شعار اور علامت
والعمامۃ سنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لعامۃ علی القلنسوۃ نصل ما بیننا وبین المشرکین یعطی بکل کورۃ یدرھا علی راسہ نورا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور عمامہ سنت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہمارے اور مشرکین کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔ سر پر عمامہ کے ہر بند باندھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور دیا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ان اللہ وملائکۃ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(۵) مواہب لدنیہ میں شیخ ابراہیم البیجوری تحریر فرماتے ہیں ۔

العمامۃ سنۃ لاسیما للصلوٰۃ وبقصد التجمل لاخبار کثیرۃ فیھا وتحصل السنۃ بکونھا علی الراس اوعلی القلنسوۃ ففی الخبر فرق بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس واما لبس القلنسوۃ وحدھا فزی المشرکین ۔	عام اوقات میں عمامہ سنت ہے اور بالخصوص نماز کے لیے عمامہ سنت ہے اور تجمل یعنی وقار کی نیت سے عمامہ سنت ہے۔ کیونکہ اس بارے میں بہت احادیث ہیں اور صرف سر یا ٹوپی پر باندھنے سے سنت ادا ہوتی ہے لیکن صرف سر پر عمامہ باندھنا اعتجار ہے جو کہ مکروہ ہے اور صرف ٹوپی سر پر رکھنا اور عمامہ نہ باندھنا مشرکین کا شعار ہے ۔

(۶) ابن الجزریؒ و شرح الشمائل للمناویؒ و مرقات اور جامع الصغیر للسیوطیؒ میں

تحریر ہے۔

السنۃ ان یلبس القلنسوہ والعمامہ۔	سنت یہ ہے کہ عمامہ اور ٹوپی دونوں باندھے جائیں۔

(۷) العینی علی البخاری کتاب اللباس میں یوں تحریر کیا گیا ہے۔

جاء رجل الی ابن عمر رضی اللہ فقال یا اباعبد الرحمٰن العمامہ سنۃ فقال نعم۔	ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ یا ابو عبد الرحمٰن کیا عمامہ سنت ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں سنت ہے۔

درج بالا عبارات سے واضح ہوا کہ :

۱۔ حدیث مبارکہ کی رو سے عمامہ کی بہت فضیلت ہے۔

۲۔ عمامہ سنت ہے اور صالحین نے اس کو ترک نہیں کیا۔

۳۔ عمامہ زینت میں شامل ہے۔

۴۔ عمامہ مسلمانوں کا شعار ہے اور مسلمانوں اور مشرکین میں تفریق پیدا کرتا ہے۔

غیبت کی تعریف اور اقسام

غیبت سے یہ مراد ہے کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کی برائیاں بیان کی جائیں۔ اس طرح اگر وہ خود ان باتوں کو سنے تو اُسے بُری لگیں اور وہ ناراض ہو جائے خواہ وہ برائیاں سچ مچ اس میں موجود ہوں۔ اگر اس میں وہ برائیاں نہیں ہیں تو پھر یہ بہتان ہوگا۔ اسلام میں غیبت کو بہت بُرا گردانا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ ہر مسلمان کو اس قبیح فعل سے بچنا چاہیے۔

غیبت کی اقسام

علامہ علی قاری اپنی کتاب "زاد اللبیب فی سفر الحبیب" کے صفحہ ۱۴۶ پر یوں رقمطراز ہیں:-

قال فی الغنیة الغیبة اربعة	غنیہ میں تحریر ہے کہ غیبت کی چار قسمیں ہیں
اوجه کفر ونفاق ومعصیة	ایک غیبت کفر ہے، دوسری نفاق، تیسری
ومباح وهو ماجورا اما	گناہ اور چوتھی مباح ہے بلکہ ماجور ہے
الکفر اذا اغتاب المسلم	غیبت کفر یہ ہے کہ کوئی مسلمان کی غیبت
فقیل له لا تغتبه فیقول	کرے پس کوئی دوسرا شخص اس سے کہے
لیس هذا الغیبة وانا صادق	کہ مسلمان کی غیبت نہ کرو، پس وہ کہے کہ
فی ذلك فقد استحل ما حرم	غیبت حرام نہیں ہے اور میں اس میں سچا
الله فهو کافر کما هو	ہوں تو اُس نے امر حرام کو حلال سمجھا، اس
دابه منکر الاولیاء خذلهم	لیے وہ کافر ہو گیا۔ (جیسا کہ منکرین اولیاء کی
الله، واما النفاق فهو ان	غیبت کو حلال سمجھتے ہیں)۔ غیبت نفاق یہ

يغتاب انسانا ولا يسميه عند من يعرفه انه يريد فلانا فهو يغتاب به ويرى نفسه انه متورع فهذا هو النفاق واما المعصية فهو ان يغتاب انسانا ويسميه ويعلم انه معصية فهو عاص و عليه الاستغفار والرابع ان يغتاب فاسقا معلنا بفسقه او صاحب بدعة فهو ماجور في تلك الغيبة لان الناس يحترزون عنه اذا عرفوا حاله و قد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم اذكروا الفاجر بما فيه كي يحذره الناس۔

ہے کہ وہ ایک انسان کی غیبت کرتا ہے لیکن ان افراد کے سامنے ان کا نام نہیں لیتا جو اُسے جانتے ہیں پس یہ آدمی غیبت کرتا بھی کرتا ہے اور اپنے آپ کو متقی بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ منافقت ہے۔ اور گناہ والی غیبت یہ ہے کہ کوئی کسی انسان کی غیبت کرتا ہے اور اس کا نام بھی لیتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے۔ پس وہ گناہگار ہے اس کو استغفار کرنا لازم ہے اور چوتھی قسم یہ ہے کہ کسی مشہور فاسق یا مبتدع کی غیبت کرے اور اسکی قباحت ظاہر کرے تو اس غیبت پر ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ لوگ جب اس کے حال سے آگاہ ہو جائیں گے تو اس سے پرہیز کریں گے حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاجر شخص کی قباحت ظاہر کرو تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

اس کے بعد علامہ علی قاری مزید تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بدان کہ غیبت آن بود کہ سخن کسی کنی در پس وی چنانچہ اگر بشنود

جاننا چاہیے کہ غیبت یہ ہے کہ اگر کسی کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کی جائے کہ جب وہ

ویرا کراہت آید یعنی در غیبت کردہ
شدہ فی الحقیقت عیب نباشد
یا اینکہ در زمانہ گزشتہ مرتکب گناہ
بود لیکن پس ازاں توبہ کشیدہ
باشد وکسی غیبت کند و آن
غیبت را باو منسوب کند کما ہو
داب الجاہلین، و ہرچہ بہ نقصان
کسی مشعر باشد خواہ در نسب یا
در خلق یا در فعل یا در لباس یا در
سری یا در ستور چنانچہ گوئی جولاہ
بچہ یا حجام بچہ یا دراز یا سیاہ یا متکبر
یا بدخوی یا دزد یا بی نماز یا فراخ
آستین یا شوخ کین جامہ یا خانہ
تنگ و کج یا اسپ کم رو بد لجام
ہمہ غیبت باشد۔ و مختص بزبان نیست
بلکہ بدست و چشم اشارہ کردن ہم
حرام بود۔ و غیبت رخصت است
بعضے را اول تظلم است۔ پیش
سلطان و قاضی و کسی از وی معاونت
خواہد۔ دوم آنکہ فساد بیند و از
کسی حسبت خواہد۔ سوم آنکہ فتوی

اس کو سُنے تو وہ نفرت کرے۔ بعض جاہلین
کی یہ عادت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو سچی
بات بیان کی جائے وہ غیبت نہیں ہوتی
یا یہ کہ کسی نے ماضی میں کوئی گناہ کیا اور
اب وہ توبہ کر چکا ہے۔ لیکن پھر بھی اس
گناہ کی غیبت اس کے نام لگائی جائے)
اور ہر وہ بات جس سے کسی کو نقصان پہنچے
خواہ اس کے نسب کے بارے میں ہو، یا
خلق میں یا فعل میں یا لباس میں یا چھپا کر یا علانیہ
طور پر مثلاً کسی کو جولاہے کا بیٹا یا حجام کا
بیٹا یا لمبو یا سیاہ رنگ کا یا مغرور یا بدفطرت
یا چور یا بے نماز یا فراخ آستین یا شوخ
کپڑوں والا یا گنجا یا بدلگام سُست گھوڑا
وغیرہ کہنا سب غیبت میں داخل ہے۔
غیبت کا تعلق صرف زبان سے نہیں بلکہ
ہاتھ اور آنکھ کا اشارہ بھی اس میں شامل
ہے۔ جو کہ حرام ہے۔ بعض صورتوں میں
غیبت کی اجازت ہے۔ اول بادشاہ
یا قاضی کے سامنے کسی کے ظلم کی فریاد
کرکے مدد لینا۔ دوم کوئی فتنہ دیکھے اور
اس سے بچنا چاہے۔ سوم یہ کہے کہ

خواہد وگوید کہ زید چنین کردہ۔ چہارم خواہد کہ مسلمانان از شروی محفوظ مانند وگوید کہ زید خائن و فاسق است۔ پنجم کسی کہ معروف باشد بہ لقب نقص چنانچہ اعمش واعرج وازان رنجور نشود۔ و ششم آنکہ فاسق لعین باشد روا بود او را بعیب ذکر کردن ۔۔۔۔۔۔

زید نے برا کام کیا اور اس پر فتویٰ لینا چاہے۔ چہارم یہ کہے کہ زید بڑا بد دیانت اور فاسق ہے اور مسلمان اس سے محفوظ ہو جائیں۔ پنجم یہ کہ اپنے کسی نقص یعنی کمزور بینائی یا لنگڑے پن سے ملقب ہو، اور وہ اس کا بُرا نہ مانے اور ششم یہ کہ کوئی بہت ہی مشہور بدکار ہو تو اس کے عیب بیان کیے جائیں۔۔۔۔۔

حکی عن الحسن البصریؒ انہ قیل لہ ان فلانا یغتابك فاھدی الیہ الحسن ھدیة و قال بلغنی انك اھدیہ الی حسناتك فھذہ مکافاتك علی حسناتك ۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کو بتایا گیا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کرتا ہے۔ تو آپ نے اس کے لیے ہدیہ بھیج دیا اور فرمایا مجھے یہ بات پہنچی کہ آپ نے اپنی نیکیوں کا ہدیہ بھیجا ہے تو یہ آپ کی نیکیوں کا بدلہ ہے۔

کنگھی سے متعلقہ مسائل

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام علی سید الاولین والآخرین خاتم النبیین سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ الہادین المہدیین اما بعد

قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ " — بیشک تمہاری راہنمائی کے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں خوبصورت نمونہ ہے۔

خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ — ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔

کنگھی کرنے کی فضیلت

غرائب میں حدیث شریف ہے۔

تسریح اللحیۃ عقیب الوضو ینفی الفقر — وضو کے بعد داڑھی میں کنگھا کرنا غربت دور کرتا ہے۔

قال علیہ السلام من امتشط قائماً رکبہ الدین۔ — جس نے کھڑے ہو کر کنگھا کیا وہ مقروض ہو جاتا ہے۔

ومن امتشط بمشطۃ النساء لزمہ الہم۔ — جس نے عورتوں کا کنگھا کیا اسے غم لاحق ہوا۔

ومن امتشط بمشطۃ غیرہ لزمہ الفقر۔ — جس نے دوسرے کا کنگھا کیا وہ غریب ہو گیا۔

وفی بعض الروایات من امر علی حاجبیہ المشط عوفی من الوباء و روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسرح لحیتہ فی کل یوم مرتین۔ — بعض روایات میں ہے جس نے اپنے ابرو کا کنگھا پھیرا وہ وباء سے محفوظ رہا اور مروی ہے کہ بیشک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ دو مرتبہ اپنی داڑھی میں کنگھا کرتے تھے۔

ان اوقات میں کنگھی کرنا مناسب نہیں

لا یمتشط بعد الفجر حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب انتہی۔ — طلوع فجر سے سورج نکلنے تک کنگھا کرتے نہ عصر سے غروب شمس کرتے۔

داڑھی میں کنگھی کرتے وقت ان سورتوں کا پڑھنا مستحسن اور فکرو غم دور کرنے کا موجب ہے

محمدیہ شرح تحفہ درویش وسبلت ۱۸۲ کے تحت ذکر کیا ہے کہ نافع المسلمین میں ہے کہ داہنی طرف کنگھا کرتے ہوئے سورت والضحیٰ تلاوت کرنا بائیں طرف کنگھا کرتے ہوئے سورت اذا زلزلت الارض تلاوت کرنا نچلی طرف کرتے وقت سورت الم نشرح پڑھنا غم وفکر کو دور کرتا ہے۔ (شرح اوراد)

مشترکہ کنگھی کرنا منع ہے

تنبیہ الغافلین میں منقول ہے کہ مشترکہ کنگھا کرنے سے غربت و فقر لاحق ہوتا۔ حمام و غسلخانہ میں کرنے سے غریب تر ہوتا ہے اور جھگڑا و خصومت کا سبب ہے اور عورتوں کا کنگھا کرنا مرد کے لیے موجب غم ہے۔

جواہر جلالی میں ہے "پہلے ابرو پر کنگھا پھیرے پھر لبوں کے بالوں پر پھر داڑھی میں کنگھا کرے کہ پہلے داہیں طرف سے پھر بائیں طرف سے۔ ٹوٹا ہوا (شکستہ) کنگھا استعمال نہ کرے کہ وہ موجب فقر و غربت ہے۔ نیز بالوں کو دو حصوں میں کاٹ دے تاکہ کوئی عورت جادو نہ کرے اور نہ ہی نجس جگہ پر پھینکے ورنہ بروز حشر وہ بال جھگڑا کریں گے۔

راحت القلوب میں ہے ایک کنگھی دو شخص استعمال نہ کریں کہ اس سے ان دو کے درمیان جھگڑا و خصومت پیدا ہوتی ہے۔

واقعہ اس کے مناسب ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں ایک عورت اپنے دو فرزندے کر حاضر ہوئی جن کی پشتیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں اور کسی طرح علیحدہ نہیں ہوتی تھیں۔ اس مشکل کا حل ارشاد فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی یہ کیفیت دیکھ کر بہت متفکر ہوئے تو جبرائیل آمین علیہ السلام بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ ان دونوں کے درمیان سیدھا کنگھا پھیر دیں تو یہ دونوں جدا جدا ہو جائیں گے۔

کنگھا کرنا سنت انبیاء ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کنگھا کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ جو شخص رات کو ایکبار داڑھی میں کنگھا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فقر و فاقہ سے محفوظ رکھتا ہے اور اسکے

داڑھی کے ہر بال کے عوض ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا اجر عطا کرتا ہے اور ہزار گنا مٹا دیتا ہے۔

حاصل کلام: داڑھی میں کنگھا کرنے کا اتنا ثواب ہے اگر لوگوں کو اس کا علم ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ دوسری عبادات سے ہاتھ ہی اٹھا لیں۔ (ہدایت الابرار ص ۱۸۰)

صبح وشام کنگھا کرنے کی فضیلت

حضرت امام جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرح رؤسہ ولحیتہ کل لیلۃ عوفی من انواع البلاء وزید فی عمرہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہر رات اپنے سر اور داڑھی میں کنگھا کیا وہ مختلف قسم کی وباؤں سے محفوظ ہو گیا اور اس کی عمر دراز ہو جائے گی۔

نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال علیکم بالمشط فانہ یذھب الفقر ومن سرح لحیتہ حتی یصبح کان لہ اماناً لان اللحیۃ زین الرجال وزین الوجہ۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ کنگھا کیا کرو کہ یہ فقر (غربت) دور کرتا ہے اور جس نے صبح کے وقت کنگھا کیا وہ شام تک امن میں رہا کیونکہ داڑھی مرد کی زینت اور چہرے کا حسن ہے۔

پانی کے بغیر داڑھی میں کنگھی کرنا اچھا عمل نہیں

حضرت وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من سرح لحیتہ بلا ماء زادھمہ وبماء نقص ھمہ۔

جس نے پانی کے بغیر داڑھی میں کنگھی کی تو اس کے غم میں اضافہ ہوگا۔ پانی کے ساتھ کنگھی تر داڑھی میں کی تو اس کے غم میں کمی ہو گی۔

روزانہ داڑھی میں کنگھی کرنے کی فضیلت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنے میں ہر دن علیحدہ علیحدہ فضیلت بیان فرمائی۔ چنانچہ وہب رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔

اتوار کی فضیلت

من سرحہا یوم الاحد زادہ اللہ نشاطاً۔

جس نے اتوار کو داڑھی میں کنگھی کی تو اللہ تعالےٰ اس کی خوشی میں اضافہ کرتا ہے۔

پیر کی فضیلت

او الاثنین تقضی حاجتہ۔

پیر کے دن کنگھی کرنے سے اسکی حاجات پوری ہوتی ہیں۔

منگل کی فضیلت

او الثلاثا زادہ اللہ نخار۔

منگل کو کنگھی کرنے سے سہولت وآسانی میں اضافہ ہوتا ہے۔

بدھ کے روز کنگھی کرنے کی فضیلت

او الاربعا زادہ اللہ نعمۃ۔

بدھ کے روز داڑھی میں کنگھی کرنے سے اللہ تعالیٰ اس پر انعام زیادہ کرتا ہے۔

خمیس کے دن میں کرنے کی فضیلت

او الخمیس زادہ اللہ فی حسناتہ۔ جمعرات کو کنگھی کرنے سے اللہ تعالیٰ اسکی نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے۔

جمعہ کے روز کنگھا کرنے کی فضیلت

او الجمعۃ زادہ اللہ سروراً۔ بروز جمعہ داڑھی میں کنگھا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی خوشی میں اضافہ فرماتا ہے۔

ہفتہ کے دن کنگھا کرنے کی فضیلت

او السبت لحھر اللہ تعالیٰ قلبہ من المنکرات۔

ہفتہ کے روز داڑھی میں کنگھا کرنے سے منکرات سے محفوظ رہتا ہے۔

کھڑے ہو کر کنگھا کرنے سے مقروض ہو جاتا ہے۔

من سرحہا قائماً رکبہ الدین او قاعداً ذھب عنہ الدین باذن اللہ۔

جو شخص کھڑے ہو کر داڑھی میں کنگھا کرے وہ مقروض ہو جاتا ہے اور جو بیٹھ کر کنگھا کرے وہ قرضے سے خلاصی پا جاتا ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ صہ ۳۸، ۳۹)

مبارک
مبارک
مبارک
قائدین جماعت
علماء ومشائخ اہلسنت
منجانب
خدام آستانۂ عالیہ
نقشبندیہ، مجددیہ
سیفیہ۔ باڑہ پشاور
فقیر مستان محمد